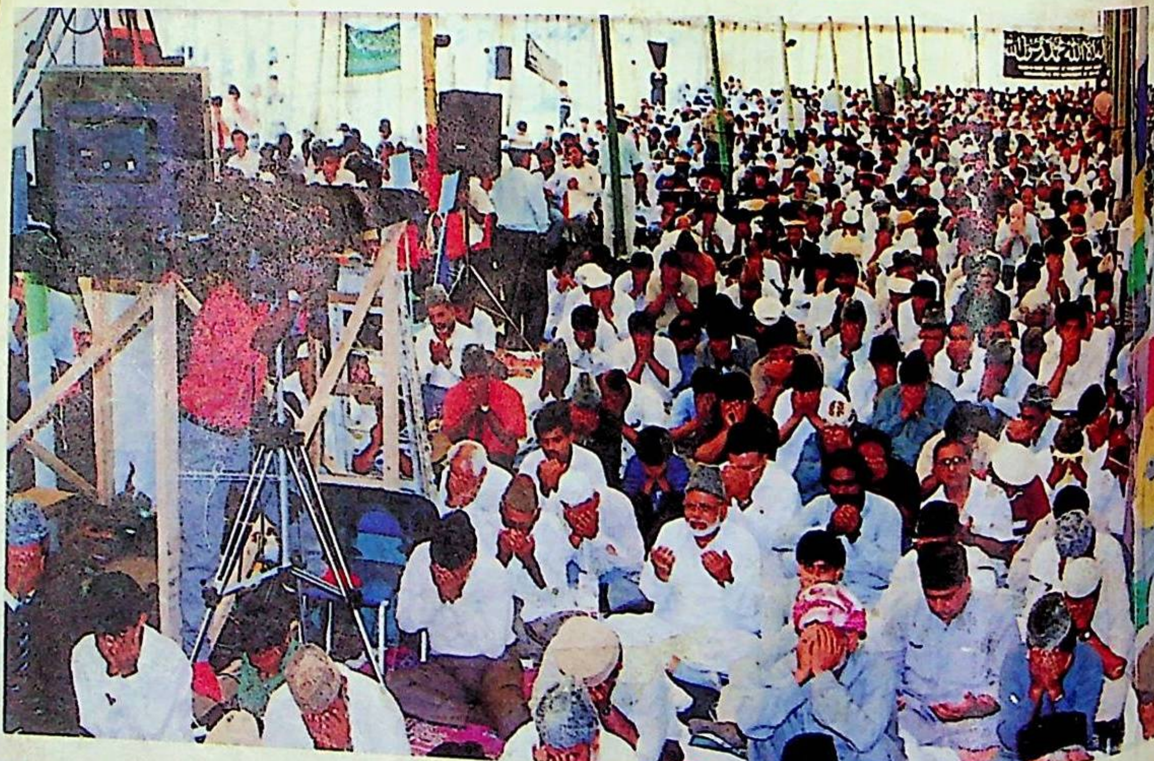
مَیں تیرا ہوں تُو میرا خدا میرا خدا ہے ✤ ...سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے





جلسہ سالانہ لندن ۱۹۹۱ء

ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ

سالنامہ
اکتوبر ۱۹۹۱ء

ایڈیٹر
فضیل عیاض احمد

تم سے مجھے اِک رشتۂ جاں سب سے سِوا ہے

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جُدائی میں پلا ہے

غم دے کے کسے فکرِ مریضِ شبِ غم ہے
یہ کون ہے جو درد میں رس گھول رہا ہے

یہ کس نے مرے درد کو جینے کی طلب دی
دِل کس کے لئے عُمرِ خضر مانگ رہا ہے

ہر روز نئے فِکر ہیں ہر شب ہیں نئے غم
یا ربّ یہ مرا دِل ہے کہ مہمان سرا ہے

ہیں کس کے بدن دیس میں پابندِ سلاسل
پردیس میں اِک رُوح گرفتارِ بلا ہے

کیا تم کو خبر ہے رہِ مولا کے اسیرو
تم سے مجھے اِک رشتۂ جاں سب سے سِوا ہے

آجاتے ہو کرتے ہو ملاقات شب و روز
یہ سلسلۂ ربطِ بہم صُبح و مَسا ہے

اے تنگیٔ زنداں کے ستائے ہوئے مہمان
وَا چشم ہے۔ دِل باز۔ درِ سینہ کُھلا ہے

تم نے مری جلوت میں نئے رنگ بھرے ہیں
تم نے مری تنہائیوں میں ساتھ دیا ہے

تم چاندنی راتوں میں مرے پاس رہے ہو
تم سے ہی مری نقرئی صُبحوں میں ضیا ہے

کس دِن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روزِ قیامت ہے! کہ اِک حشر بپا ہے

یادوں کے مسافر ہو تمنّاؤں کے پیکر
بھر دیتے ہو دِل پھر بھی وہی ایک خلا ہے

سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مِٹتی
پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سوا ہے

یا ربّ یہ گدا تیرے ہی دَر کا ہے سوالی
جو دان ملا تیری ہی چوکھٹ سے ملا ہے

گم گشتہ اسیرانِ رہِ مولا کی خاطر
مدّت سے فقیر ایک دُعا مانگ رہا ہے

جس رہ میں وہ کھوئے گئے اس رہ پہ گدا ایک
کشکول لئے چلتا ہے لب پہ یہ صدا ہے

خیرات کر اَب ان کی رہائی میرے آقا
کشکول میں بھر دے جو مرے دِل میں بھرا ہے

مَیں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
مَیں تیرا ہوں تُو میرا خدا میرا خُدا ہے

منظوم کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو ۲۸ جولائی ۱۹۹۱ء بروز اتوار جلسہ سالانہ U.K. کے آخری اجلاس میں پڑھا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں کی سیرت اور کردار کی تعمیر کرنے والا خوبصورت رسالہ

احمدی بچوں کے لئے

ماہنامہ **تشحیذ الاذہان** ربوہ

ربیع الثانی 1412 ھجری
اکتوبر 1991ء
اخاء 1370ھش

جلد 35 شمارہ 10 قیمت 12 روپے سالانہ 30

ایڈیٹر فضیل عیاض احمد

پبلشر: مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ تشحیذ الاذہان
دار الصدر جنوبی ربوہ

اس شمارہ میں آپ کے لئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

سالنامہ

عزیز ساتھیو!

خوش تو ہیں، ہم دو ماہ کے بعد آپ سے مل رہے ہیں لیکن خالی ہاتھ نہیں آئے۔ ہمارے پاس آپ کے لئے ایک خاص تحفہ ہے اور وہ یہ ہے آپ کے خوبصورت اور پیارے رسالے تشحیذ کا سالنامہ۔

اس مرتبہ ہم نے رسالہ مرتب کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ اس رسالہ کو آپ کی، آپ ننھے منے، چھوٹے چھوٹے بچوں کی کاوشوں سے سجا سکیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ آپ کی تحریروں کو آپ کی بھیجی گئی نظموں، لطائف کو زیادہ سے زیادہ نمائندگی دی جائے۔ دیکھیں ہم اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ آپ کی رائے کے ہم شدت سے منتظر رہیں گے۔ لیکن آپ بچے ہم کو جو تحریریں بھیجتے ہیں ان کا بیشتر حصہ دوسرے رسالوں سے نقل کیا جاتا ہے اور نقل تو آپ کو پتہ ہی ہے کیسا برا کام ہے!

لہٰذا جن بچوں کی تحریریں نہیں چھپیں وہ اپنا جائزہ لیں کہ کہیں انہوں نے بھی تو کہیں سے نقل کر کے ہمیں نہیں بھجوائیں؟

ہم اور ہماری ذمہ داریاں

ہم سب احمدی اطفال ہیں اور سیدنا و امامنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور آپ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں۔ ہماری اولین ذمہ داری یہی ہے کہ ہم اپنے ہر قول میں اور فعل میں اپنے آپ کو سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان اسوہ حسنہ میں ڈھال لیں اور آپ کی سنت کی پیروی کرنے کو اپنا اولین مقصد خیال کریں۔

دوسرے ہم سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند سیدنا حضرت مسیح موعود... و مہدی معہود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اور آپ کے خلفاء کے مقرر کردہ نظام کی اطاعت میں دل و جان سے لگ جائیں اور اس سے سر مو انحراف نہ کریں کیونکہ اطاعت سے ہی تمام برکات وابستہ ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ

"اگر تم پر ایک ایسا امیر مقرر کر دیا جائے جو سیاہ فام حبشی غلام ہو اور اس کا سر منقے کے دانے کے برابر ہو تو اس کی

بقیہ ص 11 پر

اللہ تعالیٰ کی صفات

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بُتوں میں پاتے ہو اُس میں وہ کیا نہیں
سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اُس یار سا نہیں
واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اِسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اُسی کو یارو بُتوں میں وفا نہیں
اِس جائے پُر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستاں سرا نہیں

حضرت مسیح موعود...... کا پاکیزہ کلام

"اِس وقت ماحول مختلف بُرائیوں سے آلودہ ہوتا جا رہا ہے"

"اُن سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں"

اطفال الاحمدیہ پاکستان کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا محبّت بھرا پیغام

یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ماہنامہ خالد اور تشحیذ الاذہان کے سالانہ نمبر شائع کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس خصوصی اشاعت کو ہر لحاظ سے مفید اور بابرکت فرمائے اور جس جس نے بھی اِن خصوصی سالانہ نمبرز کی تیاری اور اشاعت کے سلسلہ میں کسی رنگ میں تعاون کیا ہے ان سب کو بہترین جزاء دے۔

میری طرف سے تمام خدام اور اطفال کو بہت بہت محبّت بھرا اسلام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قلبی و ذہنی صلاحیتوں کو جلاء بخشے اور انہیں اپنی جناب سے وہ نور عطا فرمائے جو دین و دُنیا کے ہر میدان میں ہمیشہ ان کی راہوں کو روشن فرماتا رہے اور وہ اس نور کی مدد سے دُنیا کی تاریکیوں کو اُجالوں میں بدلتے چلے جائیں۔

اِس وقت ماحول مختلف بُرائیوں سے آلودہ ہوتا جا رہا ہے جس سے بعض اطفال اور خدام بھی متأثر ہوئے ہیں، یہ بُرائیاں گھروں کو اُجاڑ کر ویران کر رہی ہیں، اِن سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

میرا پیغام میرے خطبات میں ہے جو خدا کے فضل سے آپ کو ملتا رہتا ہے اُس کی روشنی میں چلیں اور وہ نعمت جو خدا نے آپ کو بخشی ہے اس کو حکمت کے ساتھ عقلمندوں کے سامنے سلیقہ سے پیش کریں تاکہ وہ قبول کرکے آپ کے ساتھ شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حکمت اور دانائی کی باتیں سمجھائے اور اپنی پناہ میں رکھے اور سب کے لئے روشنی کا مینار بنائے۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔

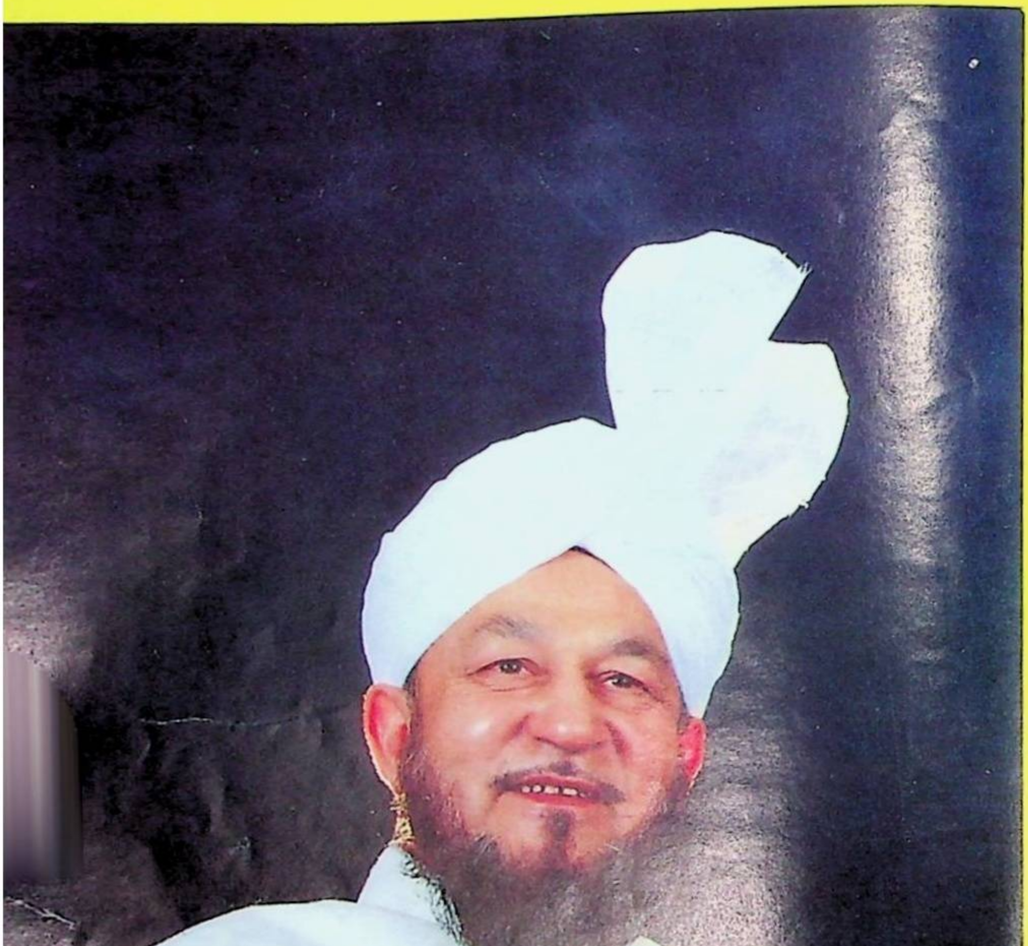
والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

لندن ۳۰/۹/۹۱



ں تُوجان ہے ہماری
ں اگر تجھے نہ چاہیں

ں تو تیری خاطر
یں تو تجھ کو چاہیں

ں کہاں چلا گیا تُو
ں گئیں نگاہیں

سیدنا وامامنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ ال

نصرت الٰہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس راہ کو اڑاتی ہے
وہ ہوجاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

(حضرت مسیح موعود.... کا پاکیزہ کلام)

فضائل قرآن مجید

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہویکتا کلام پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بناسکتا نہیں اک پاؤں کا کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

(حضرت مسیح موعود..... کا پاکیزہ شیریں کلام)

پیاروں کی نسبت

میں اپنے پیاروں کی نسبت ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں اور ان کی نگاہ رہے نیچی

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر شیروں کی طرح غراتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں تو منہ میں کف بھر لاتے ہوں

وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر امید لگائے بیٹھے ہوں
وہ ادنیٰ ادنیٰ خواہش کو مقصود بنائے بیٹھے ہوں

شمشیرِ زباں سے گھر بیٹھے دشمن کو مارے جاتے ہوں
میدان عمل کا نام بھی لو تو جھینپتے ہوں گھبراتے ہوں

گیدڑ کی طرح وہ تاک میں ہوں شیروں کے شکار پہ جانے کی
اور بیٹھے خوابیں دیکھتے ہوں وہ ان کا جھوٹا کھانے کی

اے میری الفت کے طالب یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو وہ ان باتوں میں کیسا ہے

(حضرت مصلح موعود..... کا پاکیزہ منظوم کلام)

تبرکات

بانی مجلس اطفال الاحمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے فرمایا

آوارگی فارغ اور بیکار بیٹھنے کا نام ہے

" بچے کو ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگائے رکھنا چاہیئے۔ میں کھیل کود کو بھی کام ہی سمجھتا ہوں یہ کوئی آوارگی نہیں۔ آوارگی میرے نزدیک فارغ اور بیکار بیٹھنے کا نام ہے یا اس چیز کا کہ بانہوں میں باہیں ڈال لیں اور گلیوں میں پھرتے رہیں۔ اس بات کا اچھی طرح خیال رکھنا چاہیئے کہ بچے پڑھیں یا کھیلیں یا سوئیں" (الفضل 30اپریل 1943ء)

"کھیلنا آوارگی میں داخل نہیں ہے۔ ورزش انسان کے کام کا حصہ ہے ہاں گلیوں میں بیکار پھرنا بے کار بیٹھے باتیں کرتے رہنا اور بحثیں کرنا آوارگی ہے اور اس کا انسداد خدام الاحمدیہ کا فرض ہے اگر تم دنیا کو وعظ کرتے پھرو اور احمدی بچے آوارہ پھرتے رہیں تو تمہاری سب کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ (الفضل 11 مارچ 1939ء)

علمی ترقی کے لئے آوارگی کو ختم کیا جائے

علم گدھوں کی طرح کتابیں لادنے سے نہیں آجاتا آوارگی دور کرنے سے علم بڑھتا ہے اور ذہن میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔ پس اساتذہ افسران تعلیم اور خدام الاحمدیہ کا فرض ہے کہ بچوں سے آوارگی کو دور کریں

بچوں کو آوارگی سے بچایا جائے

آوارگی بچپن میں پیدا ہوتی ہے اور یہ سب بیماریوں کی جڑ ہوتی ہے۔ اسکی بڑی ذمہ داری والدین اور استادوں پر ہوتی ہے یہ بہت حماقت کی بات ہے کہ بچوں کو چھوٹا سمجھ کر انہیں آوارہ ہونے دیا جاتا ہے

بااخلاق اور قوم کا مفید جسم بنیں

"نوجوانوں میں ان باتوں کو پیدا کرنے کی کوشش کریں ان میں جھوٹ کی عادت نہ ہو غیبت کی عادت نہ ہو۔ چغل خوری کی عادت نہ ہو۔ دھوکہ اور فریب کی عادت نہ ہو غرض جس قدر بھی اخلاق ہیں وہ ان میں پیدا ہو جائیں گے اور جس قدر بدیاں ہیں ان سے وہ بچ جائیں تاکہ وہ قوم کا ایک مفید جسم بن سکیں" (خطبہ فرمودہ 28 فروری 1941ء)

احمدی بچوں کی ذمہ داری

"تمہاری ذمہ داریاں بہت بڑی ہیں اور تمہارے کام بہت وسیع ہیں تمہیں چاہیئے کہ تم اپنی ذمہ داری سمجھو اور کھیل کود میں اپنی عمر ضائع مت کرو اور یہی غرض ہے جو تحریک جدید میں میں نے رکھی ہے۔ تمہیں سمجھنا چاہیئے کہ تحریک جدید کی صرف ایک ہی غرض ہے اور وہ یہ کہ ہم ایک روحانی دنیا تعمیر کریں۔ وہ دنیا جو موجودہ دنیا کا نقشہ پلٹ کر رکھ دے اور روحانی اعتبار سے ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین بن جائے اس دنیا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع خواہ ہمیں نہ ملے اس میں کیا شبہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی جان دے گا اسی خوشی اور مسرت میں جان دے گا کہ اس نے ایک نئی دنیا کی بنیادیں رکھ دی ہیں۔

مگر یاد رکھو یہ مقصد خواہ کس قدر اہم ہے اس میں تمہاری مدد کے بغیر ہمیں کامیابی نہیں ہو سکتی ہم نے تمہیں ایک نقشہ بتا دیا ہے اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس نقشہ کے مطابق اپنے اعمال کو ڈھالو اور دنیا کو اپنے لئے مسخر کر لو"(خطاب فرمودہ 26 جولائی 1937ء)

"آج جو بھی اچھی عادتیں آپ اپنے اندر پیدا کر لیں گے وہ آپ کو ساری زندگی میں کام دیں گی۔"

اطفال الاحمدیہ کا امتیازی نشان

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پس اطفال الاحمدیہ کی مجالس میں آئندہ سے کوئی بچہ ننگے سر نظر نہیں آنا چاہیئے مجلس خدام الاحمدیہ یا اطفال الاحمدیہ کے شعبہ کو چاہیئے کہ وہ سارا سال اطفال کو تحریک کریں کہ وہ ٹوپی پہنیں اور اگر ممکن ہو سکے تو ایک ٹوپی سستی سی لیکن خوبصورت ڈیزائن کی مجلس خدام الاحمدیہ تیار کر کے اس کو عام رواج دے اور وہ اطفال الاحمدیہ کی ٹوپی ہو جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہو یہ ٹوپی ہر احمدی بچے کا نشان بن جائے گا۔"

آئندہ نسلوں کی عظیم ذمہ داری

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمارے احمدی بچوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہو کر اخلاق فاضلہ سیکھیں ان کے اندر اعلیٰ کردار پیدا ہو دنیا کو فتح کرنے والا کردار احساس کمتری ان کے دل سے بالکل مٹ جائے ان کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ ایک اچھے معاشرے کے محافظ ہیں اور دنیا کو اچھی قدریں دینے کے لئے نکلے ہیں ان کو یہ بھی پتہ ہو کہ وہ دنیا کے رہنما بننے والے ہیں دنیا سے جھوٹ اور جھوٹی عزتوں کو مٹا کر انہوں نے ساری دنیا کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کرنا ہے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ہماری نسلیں صحیح تعلیم و تربیت پا کر بڑی ہو رہی ہوں اور دنیا کی خدمت و رہنمائی کی عظیم ذمہ داریوں کو کماحقہٗ اٹھانے والی ہوں اللہ کرے کہ ہم بھی وہ دن دیکھیں۔"

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"تربیت کا دوسرا پہلو نرم اور پاک زبان کا استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا (ہے)۔ یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے، ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے، وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔ ان کی زبان میں درشتگی پائی جاتی ہے۔ ان کی باتوں اور طرز میں تکلیف دینے کا ایک رجحان پایا جاتا ہے جس سے بسا اوقات وہ باخبر ہی نہیں ہوتے۔ جس طرح کانٹے دکھ دیتے ہیں اور ان کو پتہ نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اسی طرح بعض لوگ روحانی طور پر سوکھ کے کانٹے بن جاتے ہیں اور ان کی روزمرہ کی باتیں چاروں طرف دکھ بکھیر رہی ہوتی ہیں، تکلیف دے رہی ہوتی ہیں اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم کیا کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے اگر مرد ہوں تو ان کی عورتیں بیچاری ہمیشہ ظلموں کا نشانہ بنی رہتی ہیں اور اگر عورتیں ہوں تو مردوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ یہ بات بھی ایسی ہے جس کو بچپن سے ہی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ گھر میں بچے جب آپس میں ایک دوسرے سے کلام کرتے ہیں اگر وہ آپس میں ادب اور محبت سے کلام نہ کریں، اگر چھوٹی چھوٹی بات پر تُو تُو میں میں اور جھگڑے شروع ہو جائیں تو آپ یقین جانیئے کہ آپ ایک گندی نسل پیچھے چھوڑ کر جانے والے ہیں۔ ایک ایسی نسل پیدا کر رہے ہیں جو آئندہ زمانوں میں قوم کو تکلیفوں اور دکھوں سے بھر دے گی اور آپ اس بات کے ذمہ دار ہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچوں نے زیادتیاں کیں، سختیاں کیں اور بد تمیزیاں کیں اور آپ نے ان کو ادب سکھانے کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور یہی نہیں ایسے بچے پھر ماں باپ سے بھی بدتر ہوتے چلے جاتے ہیں اور جن ماں باپ کے بچوں کی تعزیر کے لئے جلد ہاتھ اٹھتے ہیں، ان کے بچوں کے پھر ان پر ہاتھ اٹھنے لگتے ہیں۔ اس لئے روزمرہ کے حسن سلوک اور ادب کی طرف غیر معمولی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی گھروں میں اگر بچپن ہی میں تربیت دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی آسانی کے ساتھ یہ کام ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب یہ اخلاق زندگی کا جزو بن چکے ہوں۔ جب ایسے بچے بڑے ہو جائیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ سکول میں جائیں تو کلاسوں میں یہ بچے بد تمیزی کے مظاہرے کرتے، شور ڈالتے، ایک دوسرے کو تکلیفیں پہنچاتے اور اساتذہ کے لئے ہمیشہ سردردی بنے رہتے ہیں۔ یہی بچے جب اطفال الاحمدیہ کے سپرد ہوں یا لجنات کے سپرد بچیوں کے طور پر ہوں تو وہاں ایک مصیبت کھڑی کر دیتے ہیں۔ ان بچوں کی تربیت کرنا بڑا مشکل کام ہے اور ہم نے جو تربیت کے بڑے بڑے کام کرنے ہیں وہ ہو ہی نہیں سکتے اگر ابتدائی طور پر یہ مادہ تیار نہ ہو۔ مادہ تیار ہو تو پھر اس کے اوپر آپ جتنا کام کرنا چاہیں، جتنا اس کو سجانا چاہیں اتنا اس کو سجا سکتے۔ لیکن وہ مٹی ہی نرم نہ ہو اور اس کے اندر ڈھلنے کی طاقت نہ ہو تو پھر کیسا بڑا صناع

ہی کیوں نہ ہو، وہ اس مٹی کو خوبصورت شکلوں میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ پس اس پہلو سے نرم کلامی، ادب و احترام کے ساتھ ایک دوسرے سے سلوک کرنا یہ بہت ہی ضروری ہے۔ بڑے بڑے خطرناک جھگڑے اس صورت حال کی طرف توجہ نہ دینے کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ مجھ تک ساری دنیا سے مختلف نزاع کبھی بالواسطہ، کبھی بلاواسطہ پہنچتے رہتے ہیں اس لئے میں نے محسوس کیا ہے کہ جب تک بچپن سے اپنی اولاد کو زبان کا ادب نہیں سکھاتے اس وقت تک آئندہ بڑے ہو کر قوم میں ان کے کردار کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتے اور ان کی بد خلقیاں بعض نہایت ہی خطرناک فساد پیدا کر سکتی ہیں جن کے نتیجے میں دکھ پھیل سکتے ہیں۔ جماعتیں بٹ سکتی ہیں۔ منافقتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ سلسلے سے انحراف کے واقعات ہو سکتے ہیں کیونکہ یہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں لیکن جن کے اوپر آئندہ قوموں کی تعمیر ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں بہت بڑے بڑے واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔ (اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ 24 نومبر 1989ء مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 11 دسمبر 1989ء صفحہ 2)

"چوتھی بات غریب کی ہمدردی اور دکھ دور کرنے کی عادت ہے۔ یہ بچپن ہی سے پیدا کرنی چاہیئے۔ جن بچوں کو نرم مزاج مائیں غریب کی ہمدردی کی باتیں سناتی ہیں اور غریب کی ہمدردی کا رجحان ان کی طبیعتوں میں پیدا کرتی ہیں وہ خدا کے فضل سے ایک عظیم الشان قوم پیدا کر رہی ہوتی ہیں۔ جو خیر امت بننے کی اہل ہو جاتی ہیں لیکن وہ مائیں جو خود غرضانہ رویہ رکھتی ہیں اور اپنے بچوں کو دکھوں کا احساس تو دلاتی رہتی ہیں، غیر کے دکھ کا احساس نہیں دلاتیں وہ ایک خود غرض قوم پیدا کرتی ہیں۔ جو لوگوں کے لئے مصیبت بن جاتی ہے۔ اس لئے انسانی ہمدردی پیدا کرنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ اس کے بغیر آپ اس اعلیٰ مقصد کو پا نہیں سکتے جس کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے۔ (خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

بقیہ از صفحہ ۲

اطاعت بھی تم پر فرض ہے"۔

اللہ تعالیٰ سب اطفال کو اسوہ حسنہ پر عمل کرنے اور اطاعت نظام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یہی ہمارا پیغام ہے جہاں تک پہنچے۔ لیجئے اب آپ اپنا رسالہ پڑھیں اور ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آپ کا بھائی

فضیل عیاض احمد

بچوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: مکرم قمر احمد صاحب عامر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ صرف مسلمان بچوں سے بے انتہا محبت تھی بلکہ دوسرے مذاہب کے بچے بھی اس محبت سے محروم نہ تھے۔ ایک جنگ میں چند مشرکین کے بچے مارے گئے حضورؐ کو معلوم ہوا تو آپ کو بہت افسوس ہوا بہت سخت ناراض ہوئے۔ صحابہ نے عرض کی "یا رسول اللہؐ! وہ بچے مسلمانوں کے تو نہ تھے" اس پر آپ نے فرمایا "تم سے اچھے تھے خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے" اس کے بارے میں ایک اور روایت ہے آپ نے فرمایا "تم کن کے بچے ہو" مطلب یہ کہ صحابہ کے والدین مشرک ہی تھے۔

حضرت زیدؓ جب آپ کے پاس ایک غلام کی حیثیت سے پہنچے تو اس وقت بچے ہی تھے آپ نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا آپ حضرت زید سے اتنا پیار کرتے تھے لوگ حضرت زیدؓ کو "زید بن محمدؐ" کہنے لگے اور جب ان کے والدین ان کو لینے آئے تو آپؐ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں آپ کو حضرت زیدؓ کی جدائی کا بہت غم تھا آپ نے فیصلہ حضرت زیدؓ پر چھوڑ دیا کہ اگر وہ رہنا چاہیں تو بخوشی رہیں لیکن اگر جانا چاہیں تو آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا ان کے والدین خوش تھے کہ زید اب ہمارے ساتھ چلے گا لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب حضرت زیدؓ نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور حضورؐ کی غلامی پر فخر کر کے اسے والدین کے پیار و محبت پر ترجیح دی۔ پھر انہی زید کے بیٹے کو آپ بہت چاہتے تھے اور ان کے متعلق اکثر فرماتے تھے کہ "اگر اسامہ بیٹی ہوئی تو میں اسے زیور پہناتا۔"

بچوں کی حوصلہ افزائی کرنے سے ان کے اندر خود اعتمادی اور جرات پیدا ہوتی ہے اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضورؐ نے

حضرت حسنؓ کو جب وہ بچے تھے فرمایا "یہ میرا بیٹا سردار ہے اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا" حضورؐ کی اس طرز کلام سے یقیناً بچوں میں ایک نئی روح اور نیا جذبہ پیدا ہوا ہوگا اور ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس بھی ہوا ہوگا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں بچوں کی دینی تربیت کا فکر دامن گیر رہتا وہاں آپ اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ اس سلسلہ میں ناواجب جبر و تشدد اور سختی سے تو کام نہیں لیا جا رہا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
"اپنی جاہلانہ رسوم کی بجا آوری کیلئے اپنی اولاد پر ناجائز بوجھ نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو اس جبر و تشدد کی بنا پر دین سے پھر جائیں"۔

یہ بھی آپ کے اعلیٰ درجہ کے حسن سلوک کا اثر تھا کہ بچوں کو آپ سے بے پناہ محبت اور لگاؤ تھا بچے جب آپ کو بازاروں یا گلی کوچوں میں دیکھتے تو خوشی سے اچھلتے کودتے اور آپ سے بڑے شوق سے آ آ کر ملتے اور آپ کی بھی یہ عادت تھی سب سے پہلے بچوں کو "السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" کہتے پھر انہیں باری باری گود میں لے کر پیار کرتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیر کر انہیں پیار دیتے بچوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی آپ کے پیار میں برابر کی شریک تھیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ "میں نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ ہوتا ہے کہ دیر سے ختم کروں مگر جب کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں"۔

بچے ملک و قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں اسی لئے آپ ان کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ان کیلئے جو یتیم تھے آپ نے بیت المال سے وظائف مقرر کیئے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ مکے کے بازار میں ایک یتیم بچہ روتا ہوا جا رہا تھا اس کے جسم پر پورا لباس بھی نہ تھا اس کے پاؤں زخمی تھے۔ حضور جو بچوں سے بہت پیار کرتے تھے آپؐ کی آنکھیں بھر آئیں آپؐ نے بچے کو گود میں اٹھا لیا اس نے کئی روز سے کچھ نہ کھایا تھا آپؐ اسے گھر لے گئے۔ کھانا کھلایا، کپڑے

پہنائے اور اسے اپنے بچوں کی طرح رکھا اس کے رشتہ داروں کو اطلاع دی اور ان کے پاس پہنچا دیا۔

آپؐ بچوں کو کبھی تکلیف میں مبتلاء نہ دیکھ سکتے تھے اسی لئے آپ انہیں جسمانی سزا دینے کے سخت خلاف تھے۔ آپؐ نے کبھی کسی بچے پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ زندگی بھر کسی بچے کو نہیں پیٹا بچوں کی معمولی معمولی تکلیف پر آپؐ تڑپ اٹھتے اور اسے رفع کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

حتی کہ آپؐ نے بچوں کو پرانے تکلیف دہ طریق علاج سے بھی چھٹکارا دلایا۔

آپ کی خدمت میں ایک بار حضرت ام قیسؓ تشریف لائیں حضورؐ نے ان کے بچوں کی حلق کی بیماری میں پوچھا کہ تم اس بیماری کا علاج کس طرح کرتی ہو کیونکہ اس زمانہ میں گلے کے اندر انگلی ڈال کر دبا دیا جاتا تھا۔ حضورؐ نے اس جاہلانہ طریق سے بچوں کو نجات دلائی اور فرمایا کہ "تم عود ہندی" استعمال کیا کرو اس میں سات بیماریوں کا علاج ہے۔ (بخاری کتاب الطب)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے والدین کو بچوں کے ساتھ پیار کرنے اور شفقت کا سلوک کرنے کی تلقین کی اور پتا چلتا ہے آپؐ کو بچوں کی تکلیف اپنی تکلیف معلوم ہوتی تھی اور آپؐ ان کے کتنے ہمدرد تھے۔

حضورؐ کا دستور مبارک یہ تھا کہ "جب کبھی کوئی نیا پھل یا فصل کا میوہ آتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بچوں کو کھانے کیلئے دیتے پھر بعد میں اور لوگوں میں تقسیم فرماتے"۔

ایک مرتبہ حضورؐ اپنے بزرگ صحابہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک پیالہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپؐ نے اپنی دائیں جانب ایک بچہ کو پایا اور پوچھا:۔

"اگر تم مجھے اجازت دو تو میں ان لوگوں کو ترجیح دیدوں" (بخاری کتاب الهبتہ وفضلها)

بچے کے مصر رہنے پر بھی آپؐ نے بچے کے حق کو قائم رکھا، اپنے اصول پر قائم رہے اور بچے کو ہی پیالہ دیا۔ جب کبھی آپؐ سفر سے واپس تشریف لاتے تو راستے میں بچے ملتے ان میں سے کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔

بہادر بچّے

جناب حکیم محمد صدیق صاحب (ربوہ)

بچّو سناؤں واقعہ
تم کو مَیں جنگِ بدر کا
اس جنگ میں انصار کے
نو عمر دو بچّے بھی تھے
کہتا ہے ابن عوفؓ کا
جو خود شریک جنگ تھا
جب جائزہ لینے لگا
مَیں اپنے گرد و پیش کا
دیکھوں کہ پہلو میں میرے
کیسے بہادر ہیں کھڑے
ساتھی بہادر ہوں اگر
حملہ کروں مَیں بے خطر
لیکن وہاں دیکھا تو تھے
معصوم دو بچّے کھڑے
اس صورتِ حالات کی
کچھ دِل میں گھبراہٹ ہوئی
کہنے لگا مَیں کیا کروں
ان کو بچاؤں یا لڑوں
یہ فکر تھی دِل میں ابھی
پہلو میں اِک کہنی لگی
جب اس طرف دیکھا تو تھا
ننّھا مجاہد کہہ رہا
چچا ذرا مجھ کو دِکھا
دُشمن رسولِ پاکؐ کا

یہ عہد ہے اللہ سے — مَیں قتل کر دوں گا اُسے
اس کی ابھی تھا سُن رہا — پہلو سے بولا دوسرا
چچا وہ مردُودِ ازل — کہتے ہیں جس کو بوجہل
مجھ کو بتاؤ تو یہاں — وہ کون ہے اور ہے کہاں
اس بے حیا کے خون کی — تلوار ہے پیاسی مری
بچّوں کا دیکھا حوصلہ — مَیں دِل میں نادم سا ہُوا
گویا شجاعت پر مری — یہ ایک میٹھی طنز تھی
مَیں نے اشارے سے کہا — وہ سامنے دیکھو کھڑا
یکدم ہوئے دونو رواں — مانندِ برقِ بے اماں
جاتے ہی جھپٹے اِس طرح — چڑیوں پہ شاہیں جس طرح
پَل میں سرِ کُفّار تھا — بچّوں کے قدموں میں پڑا
یوں دشمنانِ دین کی — بچّوں نے طاقت توڑ دی

بچّو کرو تم صبح و شام
ننھّے شہیدوں کو سلام

جنت کے باغ

مکرم فخرالحق صاحب شمس

دریائے چناب کا کنارہ ڈھلتے سورج کی روشنی میں خوب چمک رہا تھا۔ پانی پر پھیلتی روشنی ہر طرف نور ہی نور بکھیر رہی تھی انسانوں اور درختوں کے لمبے ہوتے سائے شام کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ پورب سے آتی ہوئی ٹھنڈی ہوا بھلی معلوم ہو رہی تھی اور اس ہوا میں جھومتے درخت منظر کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے۔ آسمان پر بکھرے بادلوں کا پانی میں عکس اپنی مثال آپ تھا۔ ایک طرف ٹنیٹ لگا کر چھوٹا سا پنڈال بنایا گیا تھا۔ اس کے ارد گرد رنگ برنگی جھنڈیاں اور بینرز بھی بڑے اچھے انداز میں لگائے گئے تھے۔ اس وقت یونیفارم میں ملبوس پبلک سکول کے بچے اپنی پسند کی کھیلوں میں مصروف تھے کئی بچے ٹہلتے اور باتیں کرتے دور نکل گئے تھے اور کئی بچے مختلف کاموں میں اپنے اساتذہ اور انتظامیہ کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔

دراصل آج پبلک سکول کی سالانہ پکنک کا پروگرام تھا۔ اس کے لئے بچے سارا سال انتظار کرتے ہیں اور ہفتہ پہلے سے ہی گہما گہمی شروع ہو جاتی ہے۔ مختلف کھیلوں اور پروگراموں کے علاوہ آج ایک چھوٹا سا جلسہ بھی تھا جسمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت پر روشنی ڈالی جانی تھی اور سال بھر میں علمی و ورزشی مقابلہ جات کے انعامات بھی تقسیم ہونے تھے۔ پنڈال کے اندر بیٹھنے کے لئے دریاں بچھائی گئی تھیں اور مغرب کی جانب سٹیج سجایا گیا تھا چاروں طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں مختلف رنگوں کے خوبصورت بینرز آویزاں تھے۔ انتظامیہ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کو آخری شکل دینے میں مصروف تھی۔

پورا دن کھیل کود اور دوسرے پروگراموں میں حصہ لینے کے بعد اب بچے ادھر ادھر ٹولیوں میں بیٹھ رہے تھے۔ جلد ہی پنڈال میں جمع ہونے کا اعلان کیا گیا اور بچے دریوں پر ایک ترتیب

سے بیٹھنا شروع ہو گئے۔

اسٹیج سے انچارج صاحب کی آواز ابھری جو اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ بچو آج آپ کے لئے خوشی کا دن ہے کیونکہ سال بھر بعد پھر آپ کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی ہے آپ نے جی بھر کر کھیلوں میں حصہ لیا اور کئی پروگرام بھی کر لئے لیکن ایک بات میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہی کہ دوسروں کی پکنک کی نسبت آپ کی پکنک بہت اچھی ہے کیونکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی لیا جاتا ہے جبکہ دوسروں کی پکنک میں ایسا نہیں ہوتا ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس محفل میں اللہ اور اس کے رسول کا تذکرہ ہو وہاں فرشتے رحمتوں کی بارش کرتے ہیں اور ایسی محفلوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے باغ قرار دیا ہے۔ ہم آج دوسرے پروگراموں ۔کے علاوہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے بارے میں باتیں کریں گے سب سے پہلے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور بچپن کے بارے میں بتاتا ہوں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول ... کو پیر کے روز عرب کے مشہور شہر مکہ میں پیدا ہوئے آپ قبیلہ قریش کے مشہور سردار حضرت عبدالمطلب کے پوتے اور بنو زہرہ کے نامور سردار وہب کے نواسے تھے۔ آپ کے والد حضرت عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے چند ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت بے جان مورتیوں اور پتھروں کو سجدے کئے جاتے تھے۔ اور چاند اور سورج کو دیوتا تسلیم کیا جاتا تھا شراب پی جاتی سود لیا جاتا اور چوری ڈاکہ خیانت غرض ہر قسم کی برائی لوگوں میں پائی جاتی۔ لیکن آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے ہمجولیوں سے الگ تھلگ رہتے تھے کبھی فضول کھیلوں میں وقت ضائع نہ کیا ہمیشہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کیا ذرا بڑے ہوئے تو دستور کے مطابق بکریاں چرائیں اور تجارت کی۔

اب میں جماعت ہفتم کے استاد ابراہیم صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسٹیج پر آکر اپنے خیالات کا اظہار کریں

یہ کہہ کر اسٹیج سیکرٹری صاحب خاموش ہو گئے اور اسٹیج سے اترے آئے تمام بچے پر سکون

انداز میں لائنیں بنائے دلچسپی سے اپنے پیارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں واقعات سن رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد ابراہیم صاحب اپنی اپنی دھیمی مسکراہٹ لئے اسٹیج پر نمودار ہوئے اور مخصوص دھیمے لہجے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذرا اور بڑے ہوئے تو آپ کی نیک نیتی اور بلند کرداری کو دیکھ کر حضرت خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی کا پیغام دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا کے مشورے سے قبول کر لیا آپ کا یہ معمول تھا کہ شہر سے باہر غار حرا میں پہروں بیٹھے خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے اور اپنی قوم کی حالت زار پر آنسو بہایا کرتے خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہ زاری کو سنا اور حضرت جبریل (فرشتہ) کو بھیجا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام دنیا کی ہدایت کے لئے کمر بستہ کریں۔ چنانچہ پھر قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت نازل ہوئی یعنی "اقرا باسم ربک الذی خلق" جب آپ نے خدا تعالیٰ کا یہ پیغام دیا تو وہ لوگ جو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کے نام سے پکارا کرتے تھے آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا پیغام پھیلانے سے روکنے کے لئے مختلف لالچ دینے شروع کئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دو تو بھی میں ہرگز باز نہیں آؤں گا۔

ابراہیم صاحب کے بعد اسٹیج سیکرٹری صاحب نے ایک ہونہار طالب علم محمد اختر کو اسٹیج پر بلایا اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کا واقعہ کچھ یوں سنایا

"جب کفار مکہ کے تمام حربے ناکام ہو گئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا اور ننگی تلواریں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کو ایک رات گھیر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو امانتیں سونپ کر اپنے دوست ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں چلے گئے جب کفار کو پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچ کر نکل گئے ہیں تو انہوں نے چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے اور پکڑنے والے کے لئے 100 سرخ اونٹ انعام میں مقرر کر دیئے چند لوگ تو غار ثور کے منہ پر پہنچ گئے حضرت ابوبکر گھبرا گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تو ہم پکڑے گئے مگر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے پر سکون لہجہ میں فرمایا کوئی غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس کفار ناکام و نامراد لوٹ گئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے۔

اس کے بعد ایک اور طالب وسیم احمد اسٹیج پر آیا اور غزوہ بدر پر روشنی ڈالی دوستو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ صحیح سلامت پہنچنے کے بعد کفار مکہ بہت طیش میں آگئے اور ایک ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ پر چڑھ دوڑے اور بدر کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے ادھر 313 مسلمان مجاہدین سروں پر کفن باندھے نکل آئے اور ریتلے میدان میں خیمے لگالئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خدایا اگر آج تیرے یہ مٹھی بھر لوگ مارے گئے تو پھر قیامت تک تیرا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔ پس خدائی حکمت کے تحت بارش ہوئی اس سے ریتلا علاقہ تو محفوظ رہا مگر چٹیل میدان میں پھسلن ہو گئی اور ان مٹھی بھر سر فروشوں نے ایک ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر ہی قید کئے گئے یہ واقعہ 2 ہجری کا ہے اسکے بعد کئی غزوات ہوئے جن میں خدا تعالی کی غیر معمولی قدرت مسلمانوں کے حق میں جلوہ گر ہوئی۔

آخر میں تیسرے طالب علم اکبر علی نے فتح مکہ پر اسطرح اپنے خیالات کا اظہار کیا رمضان المبارک 10 ہجری کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ (حضرت موسٰی کی پیشگوئی کے مطابق) نہایت شان وشوکت کے ساتھ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے کئی لوگ یہ خبر سن کر گھبرا گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا اور اپنے خون کے پیاسوں اور اسلام کے دشمنوں کو بھی یہ کہتے ہوئے معاف فرمادیا کہ

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

جاؤ تم آج آزاد ہو تم پر کوئی سرزنش نہ ہوگی آخری مقرر کے بعد اسٹیج سیکرٹری صاحب اسٹیج پر آکر یوں گویا ہوئے سامعین یہ ہے آپ کی قوت قدسیہ جس سے تھوڑی ہی مدت میں اسلام اکناف عالم میں پھیل گیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر کار 12 ربیع الاول 11 ہجری کو 63 سال کی عمر میں مدینہ میں وفات پا گئے۔ خدا تعالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں ہزار برکتیں نازل فرمائے آمین اب میں

بقیہ ص 27 پر

حضرت سلمان رضؓ فارسی کی آپ بیتی

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب۔ صدر شمالی

سورۃ فاتحہ کا فارسی ترجمہ

مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں چند نومسلم ایرانیوں کی خواہش پر سورۃ فاتحہ کا فارسی ترجمہ لکھ کر انہیں بھیجنے کی سعادت نصیب ہوئی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند نہ فرمایا۔ (ماہنامہ فاران کراچی دسمبر 1977ء)

سورۃ جمعہ کا نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سورۃ جمعہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے یہ آیات پڑھیں

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

یعنی وہی خدا ہے جس نے ان پڑھ قوم کی طرف اسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا (جو باوجود ان پڑھ ہونے کے) ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آخرین کون ہیں؟ تو آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا عِنْدَالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ ھٰؤُلَاءِ (بخاری)

یعنی اگر ایک وقت ایمان ثریا تک بھی اڑ گیا تو اس کی قوم سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔ یہ میرے لئے بہت بڑی بشارت تھی۔ کہ آخری زمانہ میں اسلام کا مستقبل اللہ تعالی نے میری قوم کے بعض پاکیزہ وجودوں سے وابستہ کر دیا۔

حضرت ابو بکرؓ کی وصیت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول ہوئے حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ خلافت 11 ہجری سے 13 ہجری تک تھا میں اس عرصہ کے دوران مدینہ میں مقیم رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ مجھے بہت عقیدت تھی اور محبت تھی اور خلافت پر میں دل و جان سے فدا تھا۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور اہل بیت کی خدمت ہمیشہ میرا شعار رہا حضرت ابو بکرؓ کی آخری بیماری میں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وصیت فرمائیں آپ نے فرمایا

"بے شک اللہ تعالی دنیاوی خزانوں کے منہ تمہارے لئے کھولنے والا ہے پس تم میں سے کوئی شخص اس میں ضرورت سے زیادہ ہرگز نہ لے"۔

عراق میں سکونت

حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں عراق اور شام کی فتوحات کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان علاقوں میں

نئے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے میں نے اور میرے اسلامی بھائی ابولدرداء نے علی الترتیب عراق اور شام جاکر مقیم ہونے کا ارادہ کیا اس دوران حضرت ابوبکرؓ فوت ہوگئے اور حضرت عمر خلیفہ ثانی بنے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ابوالدرداء شام جاکر مقیم ہوگئے اور میں عراق چلا گیا۔

ابوالدرداء اور میرے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا اور ہم ایک دوسرے کی نیک کاموں میں راہنمائی کرتے رہے۔ عراق میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا میں بھی اسلامی فوج میں شامل ہوگیا حضرت عمرؓ نے مجھے داعی اور رائد کے عہدے عطا فرمائے داعی کے فرائض افواج کفار کو حملے سے پہلے اسلام کی دعوت دینا اور مندرجہ ذیل تین شرائط پیش کرنا شامل تھا۔

اول اسلام قبول کرو

دوم جزیہ دو اور اپنے مذہب پر قائم رہو

سوم ورنہ پھر مقابلے کے لئے تیار رہو۔

رائد فوج کے افراد کو خوراک اور جانوروں کو چارے کی سپلائی کے منتظم اعلیٰ کو کہتے تھے۔ اور عام طور پر رائد ہراول دستے کا کمانڈر بھی ہوتا تھا۔ غالباً یہ عہدے مجھے میری فارسی زبان کی وجہ سے ملے تھے۔

میں نے جنگ بویب اور جنگ قادسیہ اور بہر سیر اور مدائن اور جلولاذی میں شمولیت کی اور کوفہ کی تعمیر میں حصہ لیا حضرت عمرؓ نے مجھے مدائن کا گورنر مقرر کیا میں چند سال گورنر رہا اور خدمت خلق کی توفیق پاتا رہا

مدائن کی گورنری اور لشکروں کی سالاری سے فارغ ہو کر میں مدائن میں لوگوں کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کا کام کیا کرتا تھا۔ لوگ دور دور سے میرے پاس مسائل سیکھنے کے لئے آتے تھے۔

34 ھجری میں حضرت عمرؓ کی شہادت پر حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث ہوئے۔ اس دوران میں ایران میں فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ میں ایران کی فتوحات میں حصہ لیتا رہا۔

32 ھجری میں میرا اسلامی بھائی ابوالدرداء دمشق، شام میں وفات پا گیا میں ان کی تعزیت

کے لئے آخری بار شام گیا اور چند یوم رہ کر واپس عراق آگیا۔ غزوہ خندق کے موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ فتوحات کی جو عظیم الشان کشفی نظارے دیکھے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھا ہر نیا دن اسلام کی غیر معمولی ترقیات لے کر آیا اور میں اس کا گواہ ہوں۔

آخری بیماری اور وصیت

میں بیمار ہوا تو میرے اصحاب و احباب نے مجھے وصیت کرنے کے لئے کہا میں نے کہا

"تم میں سے جس کسی سے ہو سکے تو اس حالت میں جان دے کہ وہ حج یا عمرہ کے سفر میں ہو یا راہ خدا میں شہادت حاصل کرے یا پھر علوم قرآن کی تحصیل میں اپنی جان اپنے خدا کے سپرد کرے۔ تم میں سے ہرگز ہرگز کوئی ایسی حالت میں نہ مرے کہ وہ فاجر ہو یا خیانت کرنے والا ہو"

مجھے علم ہو چکا تھا کہ اب میرا آخری وقت آگیا ہے۔

حضرت سلمانؓ کی وفات

حضرت سلمانؓ کو اللہ تعالی نے بہت لمبی عمر عطا فرمائی اور 35 ہجری میں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخر میں آپ کی وفات ہوئی بغداد کے مشرقی حصے میں مدائن میں دفن کئے گئے قصر کسری کے بالمقابل آپ کا مزار آج تک زیارت گاہ خاص وعام ہے یہ جگہ "سلمان پاک" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی آپ کی نماز جنازہ بعض کے نزدیک حضرت امام حسنؓ اور بعض کے نزدیک حضرت سعد بن وقاصؓ نے پڑھائی۔

حضرت سلمانؓ کی سیرت

حضرت سلمانؓ فارسی کے حالات زندگی پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قوی اور مضبوط جسم

کے مالک تھے ماں باپ کا لاڈلا بیٹا ہونے کے باوجود آپ نے بڑی بہادری سے صبر آزما اور لمبے سفر اختیار کئے اور صداقت تلاش کرتے رہے اور بڑی جفا کشی سے کام لیا۔

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی لگن نے انہیں مجاہدانہ زندگی کا عادی بنا دیا ایک ملک سے دوسرے ملک اور دوسرے سے تیسرے میں تلاش حق کی جستجو میں بہادری سے منتقل ہوتے رہے۔ حتی کہ غلامی کو بھی قبول کر لیا اور بڑی محنت اور صبر سے مالک سے آزادی حاصل کرنے کے لئے محنت کرتے رہے اور آخر کار اس میں کامیاب ہو گئے لہذا محنت، بہادری اور جفا کشی آپ کے نمایاں اوصاف ثابت ہیں آپ کے مضبوط جسم کی ہی وجہ سے غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی پر مہاجرین و انصار آپ کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے خواہش مند تھے اور اسی موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو یہ مہاجرین میں سے ہیں اور انصار میں سے بلکہ میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

علم و فضل

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان واقعی علم سے بھرپور ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کو حضرت سلمانؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نشست ہوتی تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم سب کے درمیان گفتگو میں ہم پر غالب رہتے تھے۔

حضرت سلمانؓ بچپن سے ہی بڑے بڑے دینداروں کی صحبت میں رہ کر ان سے دینی معلومات حاصل کرتے رہے اس لئے انہیں دینی علوم میں بہت دسترس حاصل تھی۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے حضرت سلمانؓ کے حالات کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت سلمانؓ نے پہلی اور پچھلی تمام دینی معلومات پر عبور حاصل کیا ان کا علم خشک نہ ہونے والے دریا کی مانند ہے اسی لئے آپ سے کئی احادیث مروی ہیں آپ کو کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

صائب الرائے

حضرت علیؓ نے فرمایا سلمان ہمارے خاندان کے ایک فرد ہیں غزوہ احزاب میں انہوں نے

ہی پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ ان کے ہی مشورہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا اور مہاجرین وانصار نے مل کر حضرت سلمانؓ کی اس کام مدد کی تھی۔ ایک اور روائیت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے آپ کو حضرت لقمانؑ سے تشبیہ دی کہ ان کے علاوہ لقمان حکیم کی طرح اور کون ہے۔

نیکی اور تقویٰ

حضرت سلمانؓ فارسی بچپن سے ہی دیانتداری اور عبادت سے بھر پور زندگی کی طرف مائل تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ کی پاکیزہ زندگی اور خدا کی حفاظت کی گواہی دی ہے غالباً اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اہل بیت میں شامل کیا اور فرمایا "سلمان منا اھل البیت یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں داخل اور گھر کے ایک فرد ہیں"

اس سے اس خاص محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔

سادگی اور انکساری

حضرت سلمانؓ ایک امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن دین کے مطالعہ اور اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد انہوں نے نہایت سادہ زندگی بسر کی ساری عمر کوئی مکان نہیں بنوایا صرف آخری عمر میں عراق میں ایک سادہ سا مکان بنوایا اور اس میں رہائش اختیار کی۔

مدائن کا گورنر بننے کے باوجود آپ نے سادگی کے وصف کو کبھی نہ چھوڑا اور ایک ناواقف انسان کو کبھی یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اتنا سادہ انسان مدائن کا گورنر ہے۔

انکساری آپ کا ایک نمایاں وصف تھا۔ اور علم و فضل میں ایک نمایاں مقام حاصل کرنے کے باوجود آپ نے ہمیشہ انکساری اور سادگی کو پسند فرمایا جب آپ گورنر تھے تو گدھے پر سواری

کر لیتے کھردری چارپائی پر بیٹھے رہتے۔

زبانوں میں مہارت

حضرت سلمانؓ کو کئی زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔ فارسی آپ کی مادری زبان تھی عیسائیت قبول کر کے آپ نے سریانی اور عبرانی زبانیں سیکھیں اور اسلام قبول کر کے عربی زبان میں غیر معمولی مہارت حاصل کی آپ نے ان تمام زبانوں کی مدد سے دعوت الی اللہ کے کام کئے اور دین کی خدمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایرانی سفیروں کے مذاکرات کے دوران مترجم کے فرائض سرانجام دیئے قرآن وحدیث اور فقہ کے علوم پڑھائے اور مقدور بھر خدمت کی توفیق پائی۔

بقیہ از صفحہ 20

انعامات کی تقسیم کا اعلان کرتا ہوں سارا سال جو علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے ان میں پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علموں میں انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔

تو ساتھیو تقسیم انعامات کے بعد یہ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اختتام کو پہنچا سورج اپنا سر مغرب میں چھپا رہا تھا۔ ہر بچے کا چہرہ چٹکتی کلی کی طرح لگ رہا تھا اور واپسی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی سب اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جانا چاہتے تھے۔

میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں

میں اپنے سیہ خانۂ دل کی خاطر
وفاؤں کے خالق وفا چاہتا ہوں

جو پھر سے ہرا کر دے ہر خشک پودا
چمن کے لئے وہ صبا چاہتا ہوں

مجھے بیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
میں دُنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

وہی خاک جس سے بنا میرا پُتلا
میں اُس خاک کو دیکھنا چاہتا ہوں

نکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
میں اس کا بھی دِل سے بھلا چاہتا ہوں

میرے بال و پَر میں وہ ہمّت ہو پیدا
کہ لے کر قفس کو اُڑا چاہتا ہوں

امّی کی نصیحت

دونوں عیدیں گزر چکی ہیں چھٹیاں بھی اب ہوئیں تمام
اُن کو بھُولا کون کہے جو صُبح کے بھولے آئیں شام
مری دُعا ہے پیارے بچو پڑھ لکھ کر تم شاد رہو
سُکھ کی گود میں جھولا جھولو صدیوں تم آباد رہو
محنت کی عادت ڈالو اور وقت پر اپنا کام کرو
اپنے وطن کی زینت بن کر روشن اس کا نام کرو
نخوت کبر رعونت چھوڑو اور نفرت کے بت توڑو
قربانی کی عید کا مطلب ایک بُری عادت چھوڑو
ہر شب ہو شبرات تمہاری ہر دن عید مبارک ہو
قدم کبھی ٹھوکر نہ کھائیں ہر غلطی کا تدارک ہو
کھیل کے وقت پہ کھیلو کو دو نیک اپنا انجام کرو
کام ہیں ہے انسان کی عظمت اچھے اچھے کام کرو

ایک پاکیزہ زندگی کی کہانی

مکرم یوسف سہیل شوق صاحب

پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک غریب سادہ مزاج شخص حضرت مسیح موعود..... کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا یہ محفل قادیان کی پیاری اور پاک بستی میں بیت المبارک کی چھت پر برپا تھی۔ خدا پاک کے پیارے مسیح..... اپنے دوستوں کو اچھی اچھی باتیں بتا رہے تھے۔ پرانے اور میلے کپڑے پہنے ہوئے اس شخص کا نام میاں نظام دین تھا۔ یہ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ اتنے میں بعض بڑے کہلانے والے لوگ محفل میں آ گئے میاں نظام دین جو حضرت مسیح موعود..... کے بالکل قریب تھے حضور کی پیاری پیاری باتیں سن رہے تھے ذرا سا کھسک کر پیچھے ہو گئے تاکہ یہ لوگ بیٹھ سکیں تھوڑی دیر کے بعد چند اور ایسے ہی بڑے بڑے لوگ آ گئے میاں نظام دین سادہ سے اور غریب سے آدمی تھے وہ ذرا اور پیچھے ہٹ گئے۔ اس طرح کئی بار ہوا حتی کہ میاں نظام دین صاحب پیچھے ہٹتے ہٹتے جوتیاں رکھنے کی جگہ تک پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا کا وقت ہو گیا حضرت مسیح موعود..... کی محفل میں سب لوگ کھانا اکٹھے بیٹھ کر کھایا کرتے تھے۔ کھانا آیا تو لوگوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ حضرت مسیح موعود..... نے ایک پیالہ میں سالن لیا اور چند روٹیاں ہاتھ میں پکڑیں اپنی جگہ سے اٹھے اور اونچی آواز میں فرمایا کہ "آؤ میاں نظام دین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں" حضور..... یہ فرما کر بیت المبارک سے ملحقہ کوٹھری میں تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے میاں نظام دین کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ اس وقت میاں نظام دین صاحب کی حالت یہ تھی کہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے اور وہ لوگ جو خود کو معزز سمجھتے تھے اور جن کی آمد کی وجہ سے میاں نظام دین کو پیچھے ہٹنا پڑا وہ شرم کے مارے سر جھکائے بیٹھے تھے۔

عزیز بچو آپ نے اندازہ لگایا کہ یہ واقعہ کس طرح ہوا جب میاں نظام دین پیچھے ہٹتے تھے تو

حضرت مسیح موعود..... کی نظریں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں آپ سے یہ دیکھ کر برداشت نہ ہوا کہ آپ سے محبت رکھنے والا ایک غریب آدمی آپ سے دور جائے اور دل میں یہ سوچے کہ شاید میں غریب تھا اس لئے مجھے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ حضور...... یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر کچھ بولے نہ تھے آخر آپ نے میاں نظام دین صاحب کو وہ اعزاز عطا فرمایا جس پر آنے والی نسلیں بھی ان پر رشک کریں گی۔

یہ تھے ہمارے پیارے غریبوں کا درد رکھنے والے حضرت مسیح موعود ومہدی معہود.....

اپنے خدام سے محبت و شفقت

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب..... حضرت مسیح موعود..... کے بہت ہی پیارے رفیق تھے۔ انہوں نے حضور کی زندگی کے بارے میں ایک بہت ہی پیاری اور دلچسپ کتاب لکھی ہے اس میں وہ ایک بڑا پیارا واقعہ لکھتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ گرمیوں کے دن تھے حضرت مسیح موعود..... جس جگہ رہتے تھے۔ اس کا نام قادیان تھا۔ اب وہ شہر ہندوستان میں ہے۔ تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں کہ میں گھر کے اندر چلا گیا کمرہ نیا نیا بنا تھا اسی لئے ٹھنڈا تھا حضور کوئی لکھنے کا کام کر رہے تھے میں ایک چارپائی پر لیٹ گیا تھوڑی دیر میں مجھے نیند آگئی تو میں سو گیا نجانے کتنی دیر میں سویا رہا چونک کر جاگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود..... میری چارپائی کے پاس نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں شرمندہ ہو کر کھڑا ہو گیا حضور نے بڑی محبت سے فرما آپ کیوں اٹھ بیٹھے میں نے عرض کی حضور نیچے لیٹے ہیں ایسی حالت میں میں کیوں اوپر سو سکتا ہوا حضور مسکرائے اور فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا ہوں بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تاکہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے

کتنا پیار تھا حضرت مسیح موعود..... کو اپنے ساتھیوں سے اور اپنے پیاروں سے اور کتنے خوش قسمت اور پاک لوگ تھے جو حضرت مسیح موعود..... کی محبت اور شفقت کے مزے لوٹتے تھے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود..... کے ایک اور ساتھی تھے۔ ان کا نام حضرت مفتی محمد صادق

...... تھا۔ وہ ایک دفعہ لاہور سے قادیان آئے ہوئے تھے واپس جانے لگے تو حضور انہیں رخصت کرنے کے لئے تانگے تک آئے۔ حضور کے حکم پر ان کے لئے راستے کے لئے کھانا منگوایا گیا۔ لنگر خانے والوں نے وہ کھانا کسی کپڑے میں باندھ کر نہ بھیجا اب سفر پر جاتے ہوئے کھانا کسی پلیٹ میں رکھ کر تو نہیں لیجایا جاسکتا تھا یہ کھانا کسی کپڑے میں باندھنا ضروری تھا اور اس وقت فوری کپڑا تلاش کرنا کافی مشکل کام تھا مگر حضرت مسیح موعود.... نے اس مسئلے کا ایک آسان حل نکال لیا۔ آپ نے فوراً سر پر باندھی ہوئی پگڑی کھول لی اس میں سے حضور نے ایک ٹکڑا پھاڑا اور کھانا باندھنے کا حکم دیا اور اسطرح حضرت مفتی صاحب اور انکی والدہ کو کھانا دیکر روانہ کیا۔

عزیز بچو یہ واقعہ کتنا پیارا ہے کہ ایک پیارے کی خاطر پگڑی پھاڑ کر دے دی نہ پگڑی کی پرواہ نہ اسکے خراب ہونے کا فکر، فکر تھا تو صرف یہ کہ پیارے مفتی صاحب کو کھانا سنبھالنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

عفوو در گزر

حضرت خلیفہ المسیح الاول حکیم مولوی نور الدین صاحب..... ایک بہت ہی پیاری اور دلربا شخصیت تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود.... کی محبت میں ساری دنیا چھوڑ دی اور قادیان میں آکر آباد ہوگئے حضرت مسیح موعود.... جن دنوں اپنی مشہور کتاب آئینہ کمالات اسلام لکھ رہے تھے ان دنوں کی بات ہے کہ حضور نے ایک مضمون لکھ کر حضرت مولوی صاحب کو دیا تاکہ وہ مضمون حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو دے آئیں ان دنوں روزانہ اس کتاب کا ایک مضمون حضرت خلیفہ المسیح الاول ...... حضرت مسیح موعود..... سے لے جاتے تھے۔ اسے پڑھتے تھے۔ مزے لیتے اور پھر وہ مضمون حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو دے آتے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ اس کا فارسی میں ترجمہ کرتے تھے۔ اور پھر یہ مضمون واپس حضرت مسیح موعود.... کو دے دیتے تھے ایک صبح کافی دیر گزر گئی اور مضمون حضرت مولوی عبدالکریم صاحب تک نہ پہنچا تو انہوں نے

حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے پوچھا کہ آج مضمون نہیں ملا کافی دیر ہو رہی ہے ان کا یہ کہنا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا رنگ فق ہو گیا ان کو یاد آیا کہ مضمون حضرت مسیح موعود.... نے تو مجھے دیا تھا اب کہاں گیا؟ ادھر ادھر دیکھا بڑی گھبراہٹ ہوئی ڈھونڈنے لگ پڑے مگر مضمون کو ملنا تھا نہ ملا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو حضرت مسیح موعود.... سے بڑی محبت تھی اس لئے تلاش میں بھی بڑی پریشانی اٹھائی۔ تھوڑی دیر میں حضرت مسیح موعود.... کو کسی نے بتایا کہ مضمون گم گیا ہے اور حضرت مولوی صاحب بڑی پریشانی میں اسے تلاش کر رہے ہیں۔

پیارے بچو اس بات کو سنکر حضرت مسیح موعود.... پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ کیا آپ ناراض ہوئے؟ کیا آپ نے کسی کو ڈانٹا؟ آپ کی محنت ضائع ہو گئی تھی اور یہ وہ کتاب تھی جس پر حضرت مسیح موعود.... کو بڑا ناز تھا کہ یہ کتاب خاص کتاب ہے جو اللہ تعالی کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ لکھی جا رہی ہے لیکن یہ کچھ بھی نہ ہوا۔ حضور کو پتہ چلا تو حضور حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا تو درکنار الٹا اپنی طرف معافی چاہنے لگے؟ معافی آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول..... سے اس بات کی چاہ رہے تھے کہ مضمون گم ہو جانے کی وجہ سے انکو بہت گھبراہٹ ہوئی اور تکلیف اٹھانا پڑی فرمایا مجھے مضمون گم ہو جانے کی کوئی فکر نہیں مجھے تو مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے افسوس ہے۔ حضور نے فرمایا

"میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالی اپنے فضل سے گم شدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطا فرمائے گا"

یہ واقع بھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی کتاب سیرت مسیح موعود.... میں لکھا ہے یہ پیاری کتاب ضرور پڑھیں۔

خدا کی خاطر اشکباری

عزیز بچو آپ کو رونا آتا ہے نا کبھی امی ابا ڈانٹ دیں یا کسی سے لڑائی ہو جائے ٹیچر یا استاد ڈانٹ دیں سکول کا کام نہ کیا ہو وغیرہ وغیرہ کئی باتیں ہوتی ہیں جب بچوں کو رونا آ جاتا ہے لیکن

آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ بڑے لوگ ڈانٹ دیں تب بھی بڑی عمر کے لوگوں کو رونا نہیں آتا۔

لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ کے پیارے بندے بھی روتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ان کو رونے میں بڑا مزا آتا ہے وہ بار بار چاہتے ہیں کہ روئیں روزانہ روئیں آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ رونے میں بھلا کیا مزا آتا ہے روتے تو ہمیشہ تکلیف اور پریشانی میں ہیں لیکن نہیں ایک رونا وہ بھی ہوتا ہے جو اپنے مولا کی محبت میں رونا ہوتا ہے اس رونے میں واقعی بہت مزا آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود..... خود بھی اپنے مولا کے پیار میں آنسو بہاتے تھے اور آپ کے پیارے ساتھی اور رفیق بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب ..... جو کہ حضرت مسیح موعود..... کی بیگم صاحبہ یعنی حضرت اماں جان ..... کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود..... کی زندگی کے اس پہلو کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود..... کے زمانے میں میں نے نمازوں میں اور خصوصاً بیوت الذکر میں لوگوں کو بہت زیادہ روتے دیکھا۔ لوگ اتنا روتے تھے کہ بیت الذکر کے ہر گوشے سے رونے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

(پیارے بچو آپ جانتے ہیں ناکہ بیت الذکر کس کو کہتے ہیں اور کیوں کہتے ہیں ؟ اگر آپ کو پتہ نہ ہو تو اپنے ابا امی یا کسی بڑے سے پوچھ لیں۔)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب .... فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود۔..... نے اپنی جماعت کے رونے کا فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے اور جس نماز سے پہلے حضرت صاحب کی کوئی خاص تقریر اور نصیحت ہو جاتی تھی اس نماز میں تو رونے سے گویا کہرام برپا ہو جاتا تھا یعنی نماز پڑھنے والے اتنا رویا کرتے تھے کہ شور بپا ہو جاتا تھا اور یہاں تک کہ ایسے سنگدل آدمی بھی جنکے عام طور پر آنسو نہیں نکلتے وہ بھی اس صورتحال سے متاثر ہو جاتے تھے اور وہ بھی رو پڑتے تھے۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب .... بیان کرتے ہیں کہ ایک جگہ حضرت مسیح موعود..... لکھتے ہیں کہ دن میں کم از کم ایک دفعہ تو انسان خدا کے حضور رو لیا کرے۔

اللہ کی محبت میں آنکھوں میں آنسو آنے کی ایک اور مثال حضرت مسیح موعود..... کے ایک رفیق حضرت عبدالجبار صاحب..... بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور لدھیانہ میں تھے میرے مکان

میں ایک نیم کا درخت تھا چونکہ برسات کا موسم تھا اور برسات میں درختوں پر نئے پتے آتے ہیں اس لئے پتے بڑے خوش نما طور پر سرسبز تھے حضور نے مجھے فرمایا حاجی صاحب اس درخت کی پتوں کی طرف دیکھئے کیسے خوشنما ہیں حاجی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس وقت حضور کی طرف دیکھا آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

پیارے بچو یہ آنسو بھلا کیوں آئے؟ سرسبز اور خوبصورت پتوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں تازہ کر دی یہ پتے اور یہ خوبصورتی اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے نا اللہ قدرت کی خوبصورتی دیکھ کر حضور کا دل اللہ کی محبت سے بھر گیا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا نام نماز ہے۔ اسی لئے نماز بہت ہی مزے اور لطف کا وقت ہوتا ہے کہ اس میں پیارے ربّ سے ملاقات کا مزا ملتا ہے۔ جیسے آپ اپنے کسی پیارے دوست سے یا سہیلی سے ملتے ہیں تو کتنا مزا آتا ہے دل کرتا ہے کہ اس سے کھیلتے ہی رہیں۔ نماز میں یہی مزا حضرت مسیح موعود..... کو آتا تھا چنانچہ ایک دفعہ آپ کی ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے کچہری تشریف لے گئے پیشی کے انتظار میں نماز کا وقت ہو گیا اور آپ نے وہیں عدالت کے باہر ایک درخت کے نیچے کپڑا بچھا کر نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ نماز کے دوران ہی آپ کو عدالت سے آواز پڑی لیکن آپ کو نماز پڑھنے کا اسقدر مزا آ رہا تھا کہ آپ نے نماز نہیں چھوڑی اور پورے مزے سے نماز ادا کرتے رہے۔

عدالت کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کو عدالت سے آواز پڑے اور آپ حاضر نہ ہوں تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ آپ کی غیر حاضری کی وجہ سے آپ کے خلاف فیصلہ کر دے۔ حضور بھی یہ ساری باتیں جانتے تھے۔ لیکن اس بات کا انعام اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح دیا کہ جب آپ نے نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیرا تو عدالت کا چپڑاسی آپ کے پاس کھڑا تھا اس نے عرض کیا کہ مرزا صاحب مبارک ہو آپ مقدمہ جیت گئے۔

محبت قرآن کریم

عزیز بچو آپ جانتے ہیں کہ جس طرح نماز پڑھنی ضروری ہے اسی طرح قرآن کریم روزانہ پڑھنا

ضروری ہے ہمارے پیارے حضرت مسیح موعود..... کو بھی قرآن کریم پڑھنے سے بے حد محبت تھی اور قرآن کریم سننے سے کتنا زیادہ آرام اور سکون اور اطمینان حاصل ہوتا تھا اس بارے میں حضرت میر محمد اسماعیل صاحب..... کی ایک روایت سنیں۔ حضرت میر صاحب فرماتے ہیں ایک دن مغرب کی نماز کے بعد حضرت مسیح موعود..... بیت المبارک میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ کو سر درد شروع ہو گئی سر درد کی یہ تکلیف آپ کو بار بار ہو جایا کرتی تھی۔ اور جب ہوتی تھی تو بے حد سخت ہوتی تھی۔ آپ بیت المبارک کے فرش پر لیٹ گئے بعض لوگ آپ کو دبانے لگ گئے تاکہ آرام حاصل ہو لیکن حضور کو آرام نہ آیا تو حضور نے سب لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو فرمایا کہ کچھ قرآن کریم پڑھ کر سنائیں حضرت مولوی صاحب کو اللہ نے بہت خوبصورت آواز سے نوازا تھا مولوی صاحب موصوف نے قرآن کریم کی تلاوت شروع کی اور نہایت خوبصورت انداز اور آواز میں تلاوت فرماتے رہے۔ حضرت مسیح موعود..... کو اس سے بڑا سکون ملا آپ کا سر درد دور ہونا شروع ہو گیا حتی کہ آپ کا سر درد بالکل ٹھیک ہو گیا۔

عزیز بچو آپ بھی قرآن کریم سے ایسی محبت پیدا کریں کہ آپ کو قرآن کریم سن کر روحانی مزا اور دلی سکون حاصل ہو اور سچی بات تو یہ ہے کہ صحیح صحیح تلاوت قرآن کرنے میں بے حد سکون ملتا ہے۔ اور بڑا مزا آتا ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت مسیح موعود..... سیالکوٹ میں نوکری کے لئے مقیم رہے آپ دفتر سے واپسی پر اپنا کمرہ بند کر لیتے اور قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے اور اللہ کے کلام سے محبت آپ کے دل پر ایسا اثر کرتی کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو آجاتے اور آپ زار زار رویا کرتے۔

ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جب آپ اپنے دفتر سے آتے تو چونکہ دروازہ بند کر کے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے تھے تو لوگوں کو پتہ تو نہ چلتا تھا۔ آپ کے جاننے والے حیران ہوتے کہ آپ آخر کمرہ بند کر کے کیا کرتے ہیں لوگوں میں تذکرہ شروع ہوا چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ یہ مرزا صاحب کمرہ بند کر کے نجانے کیا کرتے ہیں آخر چند نوجوانوں نے تہیہ کیا

کہ ہم یہ معلوم کر کے رہیں گے کہ مرزا صاحب دروازہ بند کر کے کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ جب حضور روزانہ کے معمول کے مطابق کمرے میں گئے تو یہ نوجوان بڑی آہستگی سے چلتے ہوئے حضور کے کمرے کے باہر آئے پہلے تو بڑی احتیاط سے کان لگا کر سنتے رہے کہ شاید کوئی آواز سنائی دے مگر کامیابی نہ ہوئی آخر بڑی احتیاط سے دروازے کی درزوں سے آنکھیں چپکائیں۔ دروازے میں ایک ہلکی سی جھری تھی بڑی مشکل سے آنکھ لگائی اور اندر کا ماحول دیکھا تو یہ نوجوان اس بات کو معلوم کر کے سخت شرمندہ ہوئے کہ حضور کمرہ بند کر کے قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ یہ دیکھ کر سب نوجوان اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

سچ

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود..... کے بڑے بھائی صاحب نے ایک مقدمہ دائر کیا جو ایک مکان کے بارے میں تھا اس مکان کے بارے میں جو سچی بات تھی وہ اگر بیان کی جاتی تو مکان ہاتھ سے جاتا تھا حضرت مسیح موعود..... کا یہ واقعہ ان کی بعثت سے بہت پہلے کا ہے یعنی انکے خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم پا کر بطور امتی نبی کھڑے ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے حضور اور آپ کے بھائی کی مخالفت میں جو فریق تھا اس پر حضرت مسیح موعود..... کی نیکی اور آپ کے سچائی پر قائم ہونے کا اتنا اثر تھا کہ انہوں نے اپنی طرف سے حضور کی گواہی رکھوا دی اور کہا کہ مرزا غلام احمد صاحب جو کہیں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ عدالت نے حضور سے پوچھا تو حضور نے سچی بات بتا دی۔ حضور جانتے تھے کہ اس سے آپ کے بھائی مقدمہ ہار جائیں گے اور وہی ہوا کہ عدالت نے حضور کے بیان کی روشنی میں فیصلہ مخالف کے حق میں کر دیا۔ مگر آپ نے سچائی کو ہاتھ سے کہ جانے دیا۔

قابل غور امر یہ ہے کہ حضور کے دشمن بھی آپ کو اتنا سچ بولنے والا سمجھتے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ آپ مکان ہاتھ سے کھو سکتے ہیں مگر چند جملے بھی جھوٹ نہ بولیں گے۔ یاد رہے کہ یہ آپ کی جوانی کا واقعہ ہے۔ آپ کے بڑے بھائی صاحب نے اس مقدمے کا فیصلہ اپنے خلاف ہو جانے کو

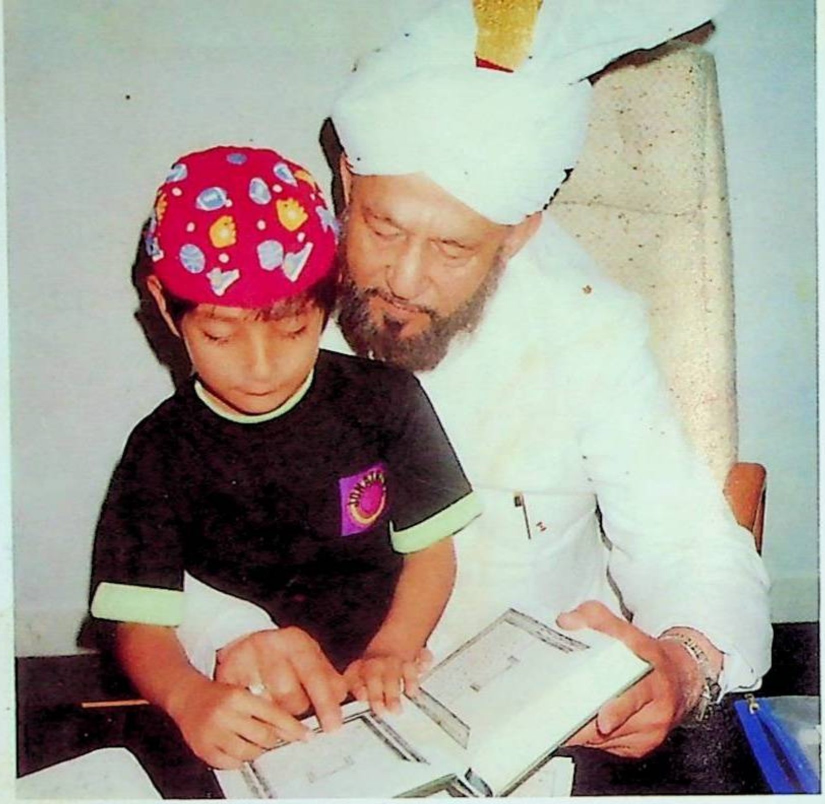
دروازہ کھولتے ہیں اور منہ سے غصہ یا بے صبری کا ایک لفظ بھی نہیں نکالتے کہ تو کیوں آتا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ اور آخر تیرا مطلب کیا ہے جو بار بار آکر ستاتا اور کام میں حرج ڈالتا ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بتاتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ گنا کہ کوئی بیس دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مسیح موعود..... نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور بچہ بے معنی انداز میں واپس چلا گیا مگر اس سارے عرصے میں ایک دفعہ بھی آپ نے بچہ کو ڈانٹا نہیں، نہ اسے کچھ کہا

پیارے بچو سچ بتائیں اتنا حوصلہ اتنا صبر اور اتنی نرمی خدا کے نبیوں کے علاوہ کس کو ملتی ہے۔ ہم میں سے ہر کسی کو چاہیئے کہ وہ اس کی تقلید کرے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

اسی طرح بچوں سے محبت کی ایک اور بات سنیئے آپ جانتے ہیں کہ بچوں کو کہانیاں سننے کا شوق ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی بچوں کو کہانیاں سنانے کا شوق ہوتا ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بتاتے ہیں کہ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ آپ کے اپنے اور دوسروں کے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھتے ہیں اور آپ کو مجبور کر کے پائنتی کی طرف بٹھا رکھا ہے اور بچے اپنے بچپنے کی بولی میں کوے چڑیا کی کہانیاں سنا رہے ہیں اور گھنٹوں سنتے جا رہے ہیں گویا کوئی مثنوی ملائے رومی سنا رہا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود..... کی سیرت کے یہ خوبصورت واقعات ہماری زندگی کا حصہ بننا چاہیں اور ہمیں اپنی روزمرہ زندگی کو انکے مطابق ڈھالنا چاہیے اگر ایسا ہو تو ہم کامیاب زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں گے۔ مثنوی فارسی میں شاعری کی کتاب ہے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی نے لکھی اس میں سبق آموز کہانیاں اور حکایتیں ہیں۔)

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے



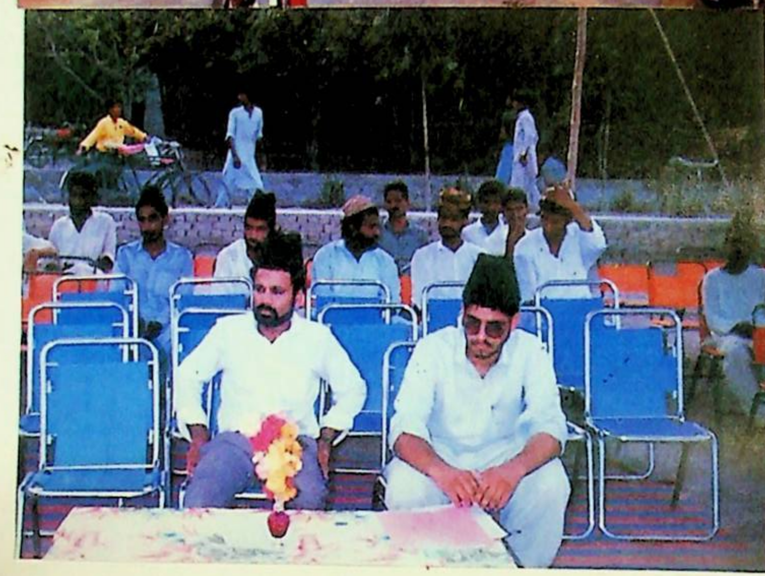
عزیزم محمد احسان احمد صاحب ابن مکرم محمد سرور بٹ صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے قرآن کریم پڑھتے ہوئے (عزیز مورخ احمدیت محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کے نواسہ ہیں)

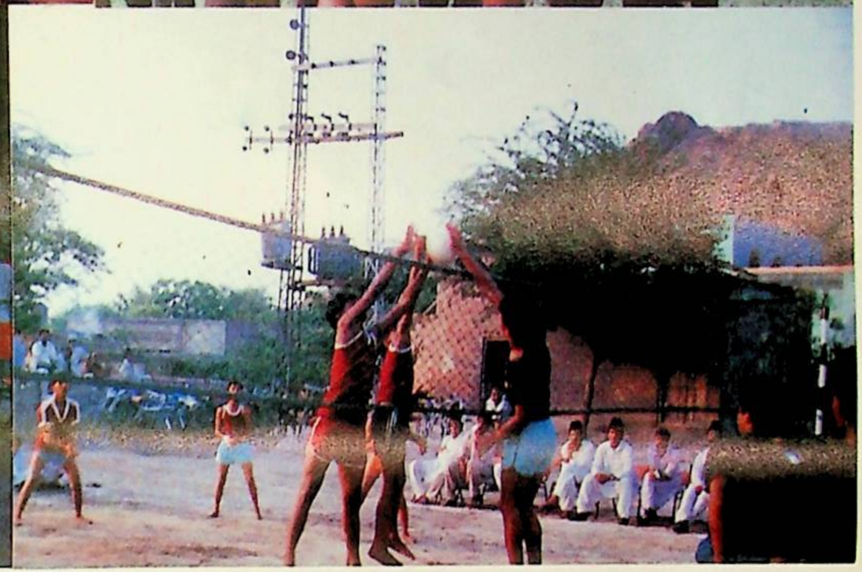


سال ۹۰-۱۹۸۹ء کے دَوران بہترین کارکردگی پر عَلَمِ انعامی حاصل کرنے والی مجلس اطفال الاحمدیہ وحدت کالونی لاہور کی عاملہ کے چند اراکین عَلَمِ انعامی کے ساتھ۔





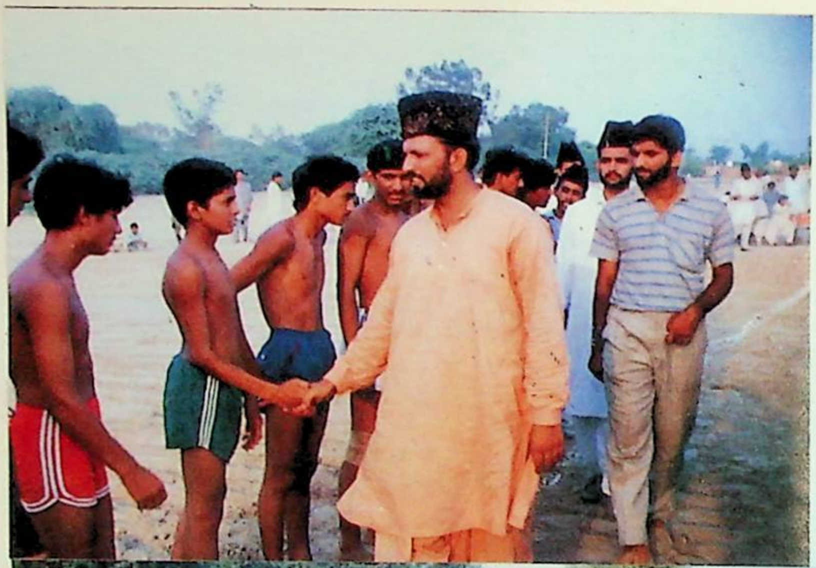




اُوپر دائیں :۔ آل ربوہ سپورٹس ریلی سائیکل ریس کے شرکاء

اُوپر بائیں :۔ سائیکل ریس کا اختتام

آل ربوہ
سپورٹس ریلی
سنہ ۱۹۹۰-۹۱ء







اُوپر: معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مکرم راجہ منیر احمد صاحب کبڈی کے فائنل میچ سے قبل کھلاڑیوں سے متعارف ہو رہے ہیں

درمیان: والی بال میچ سے قبل مہتمم صاحب صحتِ جسمانی مجلس اطفال الاحمدیہ ربوہ کے کھلاڑیوں سے متعارف ہو رہے ہیں

نیچے: فضل بلاک اور رحمت بلاک کی والی بال ٹیموں کے کھلاڑی جناب طارق اسلام صاحب مہتمم صحتِ جسمانی اور جناب امین الرحمٰن صاحب ناظم اطفال ربوہ کے ہمراہ

مجلس اطفال الاحمدیہ کراچی





دائیں : مولانا محمد اشرف ناصر صاحب (مرحوم) اطفال الاحمدیہ کے یومِ والدین پر اطفال سے خطاب کر رہے ہیں۔ سٹیج پر نائب امیر صاحب کراچی اور قائد صاحب تشریف فرما ہیں۔

بائیں : اطفال توجّہ سے خطاب سُن رہے ہیں





ساتویں ناصر فٹ بال ٹورنامنٹ اور اتھلیٹکس کے افتتاح کے موقع پر محترم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کا بچوں سے خطاب

ناصر فٹ بال ٹورنامنٹ میں مجلس مالیر کراچی کی ٹیم فائنل میں پہنچی۔ کھلاڑیوں کا گروپ فوٹو۔

احمد کی رہ پر چل کر بدر الدجیٰ بنوں گا

مندرجہ ذیل نظم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث...... نے جوانی کے ایام میں 1928ء میں کہی

دنیا کے کام بے شک کرتا رہوں گا میں بھی
لیکن میں اس جان و دل سے اس یار کا رہوں گا

برقی خیال دل میں سر میں رہے گا سودا
اس یار کو میں بھولوں اتنا نہ محو ہوں گا

چمکوں گا میں فلک پر جیسے ہو کوئی تارا
بھولوں کو رہ پر لاوے ایسی میں شمع ہوں گا

سورج کی روشنی بھی مدھم ہو جس کے آگے
ایسا میں نور حاصل اس نور سے کروں گا

عالم کو میں معطّر کر دوں گا اس مہک سے
خوشبو سے جس کی ہر دم مدہوش میں رہوں گا

اخلاق میں میں افضل علم و ہنر میں اعلیٰ
احمد کی رہ پر چل کر بدر الدجیٰ بنوں گا

سارے علوم کا ہاں منبع ہے ذات جس کی
اس سے میں علم لے کر دنیا کو آگے دوں گا

مجھ میں تڑپ وہ ہوگی بجلی بھی جھینپ جائے
دل عشق سے بھروں گا اور بے قرار ہوں گا

پھر برق میں بنوں گا جل کر میں خاک ہوں گا
اِکسیر جو بنا دے اِکسیر میں وہ ہوں گا

جو کچھ کہوں زباں سے ناصؔر میں کر دکھاؤں
ہو رحم اے خدایا تا تیرے فضل پاؤں

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

سچ بولیں اور جھوٹ سے نفرت کریں

بچو آپ سے ایک چھوٹا سا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آپ عہد کریں کہ آپ ہمیشہ سچ بولیں گے اور گندی زبان استعمال نہیں کریں گے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کتنے احمدی بچے ہیں جو اس عہد کو خاص طور پر پورا کرتے ہیں۔ (اس موقعہ پر بہت سے اطفال نے ہاتھ اٹھالئے تو حضور نے فرمایا) ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے ابھی ہاتھ اٹھانے کے لئے نہیں کہا تھا۔ خدا کرے یہ سارے بچے اپنے عہد کو پورا کر رہے ہوں۔ لیکن بعض اوقات کوئی احمدی گالی دیتا ہے تو اسے پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں گالی دے رہا ہوں اس لئے اپنی طرف سے آپ نے سچائی سے بھی ہاتھ کھڑے کئے ہوں لیکن ابھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سارے بچے وہ ہیں جو گالی بالکل نہیں دیتے۔ جن کو گالی کی عادت پڑ گئی ہو ان کو احساس نہیں ہوتا کہ وہ گالی دے رہے ہیں۔

قادیان میں ایک بزرگ ہوتے تھے جنہیں لوگ ماٹا صاحب کہتے تھے۔ ماٹا مرحوم کے متعلق قصہ یہ مشہور ہے کہ وہ ویسے بڑے نیک آدمی تھے لیکن پیدائشی احمدی نہیں تھے۔ ان کو بچپن سے گندی گالیاں دینے کی عادت پڑی ہوئی تھی۔ (حضرت حکیم مولانا نورالدین۔ ناقل) کے پاس کسی نے شکایت کی کہ حضور آپ انہیں سمجھائیں آپ اس سے بڑا پیار کرتے ہیں۔ گو یہ اچھے نوجوان ہیں (اس زمانہ میں تو نوجوان ہی تھے) لیکن گندی گالیوں کی عادت ہے۔ چنانچہ حضرت ------ نے ان کو بلایا اور پیار سے سمجھایا کہ دیکھیں کہ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں، نیک ہیں، نمازی ہیں لیکن یہ جو آپ لوگوں کو گندی گالیاں دیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ یہ بات آپ کو سجتی نہیں۔ اس پر وہ نہایت گندی گالی دے کر کہنے لگے کہ کس جھوٹے نے حضور کو بتایا ہے میں تو گالی دیتا ہی نہیں۔ غرض بعض اوقات پتہ بھی نہیں لگتا اس لئے یہ نظام سلسلہ کا کام ہے کہ وہ بچوں پر نظر رکھے اور ان کو بتائے کہ تمہارے اندر یہ یہ برائیاں موجود ہیں ان کو دور کرنے کی طرف توجہ اور اپنی اصلاح کی فکر کرو۔

بچو! یاد رکھو سچ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے کردار کو بناتی ہے۔ پس اگر خدانخواستہ احمدی بچوں نے بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو پھر اس قوم کو سنبھالے گا کون۔ پھر تو یہ قوم ہمارے ہاتھ سے نکل گئی کیونکہ یہ سچائی ہی ہے جو انسانی زندگی کے کام آتی ہے سچائی سے ہی دنیا بنتی ہے اور سچائی سے ہی دین بنتا ہے۔ سچائی سے ہی مادی ترقیات نصیب ہوتی ہیں اور سچائی کے ساتھ ہی روحانی ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ جھوٹ کے نہ تو یہاں قدم ٹکتے ہیں نہ وہاں قدم ٹکتے ہیں۔ اس لئے اے بچو! آپ کی دنیاوی ترقی کا راز بھی اس بات میں مضمر ہے کہ آپ سچے ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں ہی کو ملتا ہے جو سچے ہوں۔ اگر آپ سچے بن جائیں گے تو اس بچپن کی عمر میں بھی آپ کو خدا مل جائے گا اگر اس عمر میں جھوٹ بولنے کی عادت پڑ گئی تو اس بچپن کی عمر بھی آپ کو خدا مل جائے گا گر اس عمر میں جھوٹ بولنے کی عادت پڑھ گئی تو بڑے ہو کر نہ خود خدا کے فضل حاصل کر سکو گے نہ دنیا کو خدا کی طرف بلا سکو گے۔

میں سب بچوں کو تاکید کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچ بولیں اور سچائی کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑیں۔ اطفال الاحمدیہ سے خطاب)

صدقہ

سیدہ منیرہ ظہور صاحبہ - ربوہ

حسن پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔ بے حد ذہین اور سمجھدار سکول میں خاص طور پر اس کی ذہانت کے چرچے رہتے۔ ہر امتحان میں اچھے نمبر لے کر پوزیشن حاصل کرتا اور ہر موقع پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا لیکن ایک بری عادت اس میں تھی کہ وہ کنجوس بہت تھا کبھی اپنی کوئی چیز دوسروں کو استعمال کے لئے نہ دیتا اور فقیروں اور سوالیوں سے نفرت کرتا تھا۔ جس کی وجہ اس کی اپنی سمجھ میں بھی نہ آتی تھی۔

ایک دن جبکہ سکول سے چھٹی تھی وہ اپنی نانی اماں کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ دروازے پر کسی فقیر نے صدا لگائی کہ اللہ کے نام پر کچھ دو حسن یہ آواز سن کر بے زار ہو گیا اسے یہ صدا بہت بری لگی اور وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھا نانی اماں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا

"بیٹے جاؤ فقیر کو خیرات دے کر آؤ" نہیں نانی ماں یہ بہروپئے ہوتے ہیں۔ میں نہیں کچھ نہیں دوں گا نانی اماں خود اٹھیں اور اپنے تکیے کے نیچے سے ایک روپیہ نکالا اور فقیر کو دے دیا اور جب فقیر نے کہا کہ میں بھوکا ہوں خدا کے نام پر کچھ کھلا دو تو نانی اماں نے اپنے حصے کی کھیر جو انہوں نے کھائی نہیں تھی اٹھا کر فقیر کو دے دی۔ ٹھنڈا پانی پلایا اور فقیر دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا اس اثنا میں حسن یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں ناراض ہوتا رہا کہ نانی اماں ایک معمولی فقیر کے لئے اتنی تگ و دو کیوں کر رہی ہیں۔ بہر حال جب نانی اماں لوٹیں تو حسن نے کہا نانی اماں آپ نے اپنے حصے کی کھیر فقیر کو کیوں دے دی۔ نانی اماں کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی انہوں نے حسن کو پیار کرتے ہوئے کہا کہ میرے بچے فقیر نے آ کر صدا لگائی کہ اللہ کے نام پر کچھ دو تو بیٹا جو کچھ ہمارے پاس ہے اور ہم اتنے اچھے انداز سے خوش حالی سے زندگی بسر کرتے ہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ تو یہ سب کچھ ہمیں کون دیتا ہے بے اختیار حسن کے منہ سے نکلا اللہ تعالیٰ ہاں خدا تعالیٰ ہی انسان کا رزّاق ہے اور وہی انسان کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے اور جتنا رزق کسی کی قسمت میں ہوتا ہے اسے پہنچا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ پتھر کے اندر رہنے والے کیڑے کو بھی خوراک دیتا ہے۔

ہمارے دین کے سنہری اصول ہمارے لئے راہ ہدٰی کا کام دیتے ہیں اگر ہم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں تو ہم بہت سی برائیوں سے بچ سکتے ہیں۔

کیونکہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے ضرورت مند کی ضرورت پوری کر کے اپنے گناہوں کی آگ سے جو ہمیں تا حشر جلائے گی نجات حاصل کر لیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے

"حضرت معاذ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ گناہ کی آگ کو اس طرح بجھا دیتا ہے جسطرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (ترمذی کتاب الایمان)

حسن چپ چاپ نانی اماں کی باتیں سن رہا تھا۔ کہ نانی اماں پھر بولیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ صدقہ دیتے ہوئے بہت سی دولت مال چاہیئے نہیں جو بھی انسان خیرات کر سکتا ہے ہو کرے خواہ وہ کتنی ہی معمولی چیز ہو کیونکہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے اور سوالی کے سوال کو پورا کرنا ثواب کا کام ہے

عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور صدقہ کرنے کی ہی استطاعت کیوں نہ ہو۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

حسن نے سوال کیا نانی اماں کیا صدقہ کا ثواب بھی ملتا ہے۔ ہاں کیوں نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں ہر شخص کو اسکے اعمال کا پورا بدلہ دونگا اور خدا اپنے وعدہ کے خلاف کبھی کچھ نہیں کرتا۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ

"جو شخص اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے اسے اس کے بدلے میں سات سو گنا ثواب ملتا ہے

بہت خوب اللہ بڑی شان والا ہے۔ پھر تو میں بھی اس خوبی کو اپناؤں گا اور آپ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کروں گا نانی اماں بولیں کہ دیکھو بیٹا جو شخص سوالی کے سوال کو رد کرتا ہے خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے کیونکہ مانگنے والے نے خدا تعالیٰ کے نام پر مانگا تھا قیامت کے دن خدا تعالیٰ کنجوس سے کہے گا کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ بندہ کہے گا تو تو خود قادر مطلق ہے اور ہر چیز کا خالق و مالک ہے میں تجھے کچھ دینے کی طاقت کہاں رکھتا ہوں خدا کہے گا کہ ایک ضرورت مند بندے نے تم سے میرا نام لے کر کھانا مانگا پانی طلب کیا اور لباس کا سوال کیا تو تو نے اسے دھتکار دیا سو کبھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ دروازے سے واپس نہیں کرنا چاہیئے جس قدر بھی مدد کر سکتے ہوں کریں اور برا بھلا کہہ کر ناراضگی کا اظہار نہ کریں اور اس بات پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں کہ اس نے آپ کو ہاتھ پھیلانے والا نہیں بنایا دینے والا بنایا ہے کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

بڑے آدمی

تحریر: مکرم امجد مدنی صدر شمالی ربوہ

"میرے فرقہ کے لوگ علم و معرفت میں اس قدر کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے نور سے سب کا منہ بند کر دیں گے"

علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے والے

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب

پاکستان کے عظیم بطل جلیل جنہوں نے قیام پاکستان اور عرب دنیا اور افریقہ کے لئے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا تاریخ ہمیشہ اس مرد مجاہد کی عظمت کو سلام کرتی رہے گی۔

پیارے بچو: آپ نے اکثر لوگوں سے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کا نام ضرور سنا ہوگا یا کتابوں میں پڑھا ہوگا بعض نے انکی تصویر بھی دیکھی ہوگی خوبصورت باریش اور نورانی چہرہ عینک لگائے ہوئے سر پر رومی ٹوپی پہنے ہوئے شفقت بھری نظریں یہ احمدیت کے عظیم فرزند سر محمد ظفر اللہ خان ہیں جو دنیاوی لحاظ سے بڑے بڑے عہدوں تک پہنچے اور عالمگیر شہرت حاصل کی لیکن ان کا سب سے بڑا اعزاز اور مرتبہ یہ ہے کہ آپ کو حضرت اقدس بانی سلسلہ کا رفیق ہونے کا شرف حاصل ہے آج ہم آپ کو ان کی مبارک زندگی کے متعلق کچھ بتائیں گے۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

آپ کا آبائی وطن ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ہے آپ کا خاندان ساہی قوم سے تعلق رکھتا ہے کہا جاتا ہے کہ کسی وقت اس قوم کی پنجاب کے ایک علاقہ پر حکومت تھی۔ آپ کے دادا چوہدری سکندر خان صاحب اپنے علاقے کے بڑے بارسوخ زمیندار تھے آپ کے والد چوہدری نصراللہ خان صاحب اس وقت سیالکوٹ میں وکالت کرتے تھے 6 فروری 1893 کو آپ یعنی سر ظفر اللہ خان صاحب پیدا ہوئے آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے تین چار بھائی کم عمری میں وفات پا چکے تھے آپ کی والدہ کو آپ سے بڑی محبت تھی۔

چار سال چار مہینے اور چار دن کی عمر میں آپ کو میونسپل بورڈ سکول میں داخل کروا دیا گیا ساتویں سال آپ کے والد صاحب نے آپ کو امریکن مشن ہائی سکول میں داخل کروا دیا اس وقت تک آپ کے والدین نے حضرت مسیح موعود..... کی بیعت نہیں کی تھی بچپن میں آپ کو آشوب چشم کا عارضہ ہوگیا چنانچہ موسم گرما کا اکثر حصہ آپ کو اندھیرے کمرے میں گزارنا پڑتا تھا۔

آپ کی والدہ صاحبہ نے اپنے بعض خوابوں کی بناء پر اکتوبر 1904 میں حضرت اقدس بانی سلسلہ کی بیعت کرلی۔ حضرت چوہدری صاحب بھی انکے ساتھ تھے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

"میری نشست پلیٹ فارم پر حضور کے قدموں کے قریب ہی تھی اور میں سارا وقت حضور کے مبارک چہرے پر ٹکٹکی لگائے رہا تھا مجھے اس دن سے حضور کے جملہ دعاوی پر پختہ ایمان ہے اور حضور کے دعاوی کی نسبت کبھی کسی قسم کی الجھن میرے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔

میٹرک کے امتحان کے وقت اگرچہ آپ آشوب چشم کی وجہ سے پڑھائی کی طرف پوری توجہ نہیں دی سکے تھے۔ اس کے باوجود خدا کے فضل سے آپ نے سکول میں اول پوزیشن حاصل کی اس وقت آپ کی عمر 14 سال تھی اس کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا 16 ستمبر 1907 کو بعد نماز عصر بیت المبارک میں حضرت مسیح موعود..... کے دست مبارک پر آپ نے بیعت کی۔

مختصر حالات زندگی

1911ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجویشن کیا۔ 1914 میں لندن یونیورسٹی سے

ایل ایل بی اور بار ایٹ لاء کیا اور واپس آکر سیالکوٹ میں پریکٹس شروع کر دی 26-1925 کے لئے آپ پنجاب لیجسلٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے 1941ء سے لیکر 47 تک فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج کے فرائض سر انجام دیے اسی دوران تحریک پاکستان عروج پر پہنچ گئی۔ آپ نے قائداعظم کے حکم پر باؤنڈری کمیشن کے سامنے بڑی جرأت اور بہادری سے پاکستان کا موقف پیش کیا۔ جس پر قائداعظم اور دیگر رہنماؤں نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے آپ کو وزیرخارجہ مقرر کیا۔ قائداعظم کو آپ سے خاص تعلق تھا۔ سید افضل حیدر تحریر کرتے ہیں کہ

"چوہدری صاحب کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ جب بھی سفارتی فرائض کے بعد واپس لوٹتے اور قائدِ اعظم کے پاس حاضری دیتے تو قائداعظم ان کے ساتھ معانقہ فرماتے۔ یہ اعزاز کسی اور شخص کو نہیں ملا...... قائداعظم چوہدری سر محمد ظفراللہ خان پر بہت اعتماد کیا کرتے تھے اور چوہدری صاحب کو اپنا سیاسی فرزند کہہ کر پکارتے تھے"۔ (روزنامہ جنگ ستمبر 1985ء)

قائداعظم کے حکم پر آپ نے اقوام متحدہ میں کشمیر کی آزادی کی خاطر زبردست جدوجہد کی اور سات گھنٹے مسلسل تقریر کر کے عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ یہی نہیں بلکہ دیگر مجبور اور محکوم قوموں کے حقوق کے لئے عالمی اداروں میں کوششیں جاری رکھیں۔ فلسطین کے مسئلہ پر آپ نے ایسی کامیابی سے موقف پیش کیا کہ عرب اکابرین نے آپ کو اخراج تحسین پیش کیا لیبیا الجیریا اور تیونس کی آزادی کے لئے آپ نے عرب جنرل اسمبلی میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ 1962ء میں آپ جنرل اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ اس طرح آپ پہلے ایشیائی تھے جو اس مقام تک پہنچے۔ علاوہ ازیں بین الاقوامی عدالت انصاف کے جج کی حیثیت سے بھی آپ نے دنیا بھر میں مختلف قوموں کو انکے بنیادی حقوق دلوائے۔

اخلاق حسنہ

دنیا میں اس قدر عزت اور شہرت حاصل کرنے کے باوجود آپ کی سادگی اور عاجزی میں کوئی کمی نہیں آئی اور اس بات پر فخر کرتے رہے کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ چنانچہ چوہدری صاحب بیان کرتے ہیں کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میری ترقی کا راز کیا ہے؟ تو میں ہمیشہ انکو یہی بتاتا ہوں کہ مجھ پر اللہ کا جو بھی فضل نازل ہوا ہے وہ میرے احمدی ہونے کی وجہ سے ہے۔ پس اصل دولت احمدیت

ہے۔

پابندی نماز

حضرت چوہدری صاحب ساری عمر نماز کے پابند رہے۔ بعض اوقات بچے کھیلتے ہوئے نماز کا وقت ضائع کر دیتے ہیں مگر حضرت چوہدری صاحب کا حال دیکھئے کہ کتنی ہی اہم میٹنگ ہو یا اجلاس ہو جب نماز کا وقت آتا تو آپ سارے کام چھوڑ کر بھرے اجلاس سے اٹھ جاتے اور کہتے کہ میں نماز پڑھ کر پھر آؤں گا۔ چنانچہ آپ کی وفات پر روزنامہ جنگ نے لکھا کہ

"سر ظفر اللہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ دو روز پہلے تک بولتے چالتے رہے جب انہیں ہوش آتی تو وہ پوچھتے کونسی نماز کا وقت ہے اور اس کے بعد اپنے اہل خانہ کے بارے میں دریافت کرتے کہ وہ کس حال میں ہیں" (روزنامہ جنگ 2 ستمبر 1985ء)

یہ تو نماز کا حال ہے آپ نے خدا کے فضل سے تہجد کی نماز بھی کبھی قضاء نہیں کی یہ بات اس جوان سے کہی جسکا موقف یہ تھا کہ یورپ میں وقت پر فجر کی نماز ادا کرنا بہت مشکل ہے تو آپ نے اسے بتایا کہ میں قریباً پچاس سال کا عرصہ یورپ کے ملکوں میں رہا ہوں لیکن فجر تو فجر میں نے کبھی تہجد بھی قضاء نہیں کی اور یہی حال باقی نمازوں کا ہے۔

تلاوت قرآن کریم

حضرت چوہدری صاحب میں تلاوت قرآن کی صفت پورے طور پر موجود تھی اس کے علاوہ جب کبھی کوئی ایسا موقع پیش آتا کہ دین اور دنیا میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا ہوتا تو آپ فوراً دین کا کام پہلے کرتے اور دنیاوی مصروفیت ترک کر دیتے پس آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اصول قائم کیا اور یہی وہ صفت تھی جس کی بدولت آپ کو خدا تعالی نے عظیم ترقیات سے نوازا۔

انسانی ہمدردی

آپ کی زندگی میں ایک صفت انسانی ہمدردی بھی تھی آپ نے ایک طویل عمر پائی اور زندگی کے آخری سانس تک مخلوق خدا کے کام آتے رہے۔ وہ چاہتے تو اپنی آمدنی سے دولت کا ڈھیر لگا سکتے تھے۔ بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا کرنے کی بجائے آپ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ غریب اور ضرورت مند افراد کو دے دیتے اور خود نہایت سادگی سے زندگی گزارتے۔

آپ کی بچت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے غسلخانے میں موجود جو صابن ہوتا تھا وہ عجیب قسم کا رنگ برنگ کا ہوتا تھا کسی نے پوچھا کہ یہ عجیب سا صابن آپ نے کہاں سے لیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب صابن گھس گھس کر چھوٹا سا رہ جاتا ہے اور ہاتھ میں نہیں آتا تو میں اسے پھینکتا نہیں بلکہ دوسرے صابن کے ساتھ جوڑ دیتا ہوں اسی طرح کئی صابن جڑ کر یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

والدین کی اطاعت

حضرت چوہدری صاحب کو اپنے والدین سے بے پناہ محبت تھی ایک بار جبکہ حضرت چوہدری صاحب چھوٹے سے تھے تو انکے والد صاحب نے ایک دن پوچھا کہ آج سکول کیوں نہیں گئے حضرت چوہدری صاحب فوراً بستہ اٹھا کر سکول روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے تب انکے والد صاب کو پتہ چلا کہ آج سکول میں کسی وجہ سے چھٹی تھی لیکن حضرت چوہدری صاحب محض اپنے والد کا کہا ماننے کے لئے سکول چلے گئے۔

امام وقت سے وابستگی

جماعت احمدیہ کے مختلف خلفاء سے آپ کا خصوصی تعلق رہا اور آپ نے ہمیشہ ان کی دعائیں حاصل کیں۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب جو حضرت اقدس مسیح موعود...... کے پہلے جانشین تھے۔ ان کی خاص طور پر خدمت کرنے کا آپ کو موقعہ ملا۔ آپ اس وقت نوجوان تھے کالج سے جب چھٹی ہوتی تو آپ

قادیان چلے جاتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ارشادات کو سنتے اور کئی مرتبہ حضور کے جسم کو دبانے کی سعادت بھی ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور اکثر آپ کو مخاطب کر کے فرماتے کہ ہم نے آپ کے لئے بہت دعائیں کیں ہیں۔ جب حضرت چوہدری صاحب نے قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے برطانیہ جانا چاہا تو خلیفۃ المسیح الاول سے اجازت طلب کی اور جب حضور نے اجازت عطا فرما دی تب برطانیہ گئے۔ وہاں جا کر بھی حضرت چوہدری صاحب حضور کو بار بار خطوط لکھتے رہے اور حضور کی تمام ہدایات پر عمل کرتے۔

پیارے بچو مندرجہ بالا بنیادی صفات اختیار کرنے کی وجہ سے حضرت چوہدری صاحب کو دین اور دنیا دونوں میں بلند مقام اور عزت عطا ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کا شمار بڑے لوگوں میں ہوتا ہے اگر آپ بھی باقاعدگی سے نمازیں ادا کریں، روزانہ تلاوت قرآن کریم کریں۔ جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ حضور کو دعا کے خط لکھیں اور ان کی اطاعت کریں تو آپ بھی یہ مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ (ماخوذ تحدیث نعمت، سرظفر اللہ بڑے آدمی کیسے بنے؟ روزنامہ جنگ ستمبر 1985ء)

پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب

پاکستان کے نامور سپوت مایہ ناز سائنسدان عبد السلام امن کے سپاہی جنہوں نے فزکس میں نوبل انعام حاصل کر کے پوری دنیا کا سر فخر سے بلند کر دیا

پیارے بچو آئیے آج ہم آپ کو احمدیت کے اس عظیم سپوت کی زندگی کے مختصر حالات بتائیں گے 3 جون 1925ء کو آپ کے والد چوہدری محمد حسین صاحب نماز مغرب کے بعد سنتیں ادا کرتے ہوئے یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

"اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا"

اس دوران ان پر کشفی حالت طاری ہوئی اور ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک بچہ تھا فرشتے نے وہ بچہ چوہدری صاحب کو پکڑایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ انہوں

نے اس بچے کا نام پوچھا تو آواز آئی "عبدالسلام"

اس بشارت کے تقریباً ایک سال بعد 29 جنوری 1926 بروز جمعہ المبارک کو یہ لڑکا پیدا ہوا تو حضرت مصلح موعود نے بھی اس کا نام عبدالسلام رکھنا منظور فرمایا

عام طور پر بچے جس عمر میں بولنا شروع کر دیتے ہیں آپ اس عمر کو پہنچ گئے لیکن ابھی بولتے نہیں تھے چنانچہ ان کے والد صاحب بیان کرتے ہیں

"ایک مرتبہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی ...۔۔ چند روز ہمارے گھر پر جھنگ شہر میں مہمان رہے عزیز عبدالسلام کی عمر اس وقت چھوٹی تھی اور وہ بولتا نہیں تھا جس کا اس کی ماں کو سخت احساس تھا۔ حضرت مولوی صاحب کے پاس عزیز سلام کو لے جا کر شکایت کی کہ یہ بولتا نہیں ہے دعا فرمائیں مولوی صاحب نے بڑی محبت کے لہجے میں عزیز سے خطاب کیا اور کہا

"اوگونگو کیوں نہیں بولتا"

اور فرمانے لگے کہ انشاء اللہ یہ اتنا بولے گا کہ دنیا سنے گی لطف یہ ہے کہ جوان ہو کر عزیز نے ریڈیو پر ایک ایسی تقریر کی کہ ساری دنیا میں سنائی گئی۔

ابتدائی تعلیم

عبدالسلام نے اپنی تعلیم گھر میں ہی شروع کی۔ قرآن کریم باترجمہ پڑھا ساڑھے چھ سال آپ کے والد انہیں داخل کروانے کے لئے لے گئے۔ انکی قابلیت کی بناء پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے انہیں چوتھی جماعت میں داخل کیا۔ آپ کے والد نے بچپن ہی سے آپ کی تعلیم پر خاص توجہ دی اور نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ انکی ذہنی صلاحیتوں کی نشوونما کے لئے انہیں مختلف مشینوں کے انجن، موٹر کار سائیکل، دریا کا پل اور بند دکھانے کے لئے باہر لے جاتے۔

1934ء میں عبدالسلام نے جھنگ سنٹر سے چوتھی کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی اس وقت انکی عمر آٹھ سال تھی۔ اساتذہ بھی آپ کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے۔ دسمبر 1939 میں حضرت مصلح موعود..... نے قدرت ثانیہ کی جوبلی کے موقعہ پر ہونہار اور لائق طلباء کو وظائف دینے کا اعلان کیا اور چونکہ

آپ نے یونیورسٹی کا ریکارڈ توڑ کر نیا ریکارڈ قائم کیا تھا اس لئے حضور نے آپ کو تین سو روپے کا خصوصی انعام بھی دیا اس طرح آپ نے سکول سے یونیورسٹی تک سارے وظائف حاصل کئے اور ہمیشہ اول انعام حاصل کیا۔ 1938ء میں انہوں نے مڈل پاس کیا اور 1940ء میں میٹرک پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے۔ اس وقت انکی عمر صرف تیرہ سال کی تھی۔ 1942ء میں آپ نے ایف اے کیا اور 650 میں 555 نمبر لے کر صوبہ پنجاب میں اول پوزیشن حاصل کی۔ 1944ء میں آپ نے بی اے آنرز کیا اور 500 میں سے 451 نمبر حاصل کئے۔ 1946 میں اسی کالج سے ریاضی میں ایم اے کیا اور 600 میں سے 573 نمبر حاصل کر کے اول آئے۔

اسی سال پنجاب کے وزیر اعلیٰ خضر حیات صاحب نے کسانوں کے لئے ایک فنڈ قائم کیا سال بھر کے لئے چھ وظائف کا اعلان کیا۔ پانچ وظائف تو کوئی بھی حاصل نہیں کر سکا پہلا واحد وظیفہ آپ نے مقابلہ اور انٹرویو کے بغیر حاصل کیا۔ 1946 میں آپ یہ وظیفہ لے کر کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو گئے اور اگلے سال ہندوستان تقسیم ہو گیا۔ آپ کو مختلف مواقع پر میڈلز اور چاندی کے پیالے بطور انعام ملے۔

1۔ بچپن میں اعلیٰ صحت پر چاندی کا پیالہ ایک جلسہ میں ڈپٹی کمشنر نے دیا۔

2۔ میٹرک میں ریکارڈ توڑنے پر خالص سونے کا میڈل جھنگ کالج نے دیا۔

3۔ انٹرمیڈیٹ کا ریکارڈ توڑنے پر بھی جھنگ کالج کی طرف سے خالص سونے کا میڈل دیا گیا۔

4۔ بی اے آنرز نہال میڈل لاہور میں ملا

5۔ بی اے پاس کورس ریکارڈ توڑنے پر سلور میڈل لاہور میں ملا۔

6۔ سلور میڈل بی اے پاس کورس ریکارڈ توڑنے پر ڈائرکٹر ایجوکیشن نے دیا۔

7۔ پرائیڈ آف پرفارمنس کا میڈل صدر پاکستان کی طرف سے ملا۔

8۔ ستارہ پاکستان کا سنہری میڈل صدر پاکستان کی طرف سے دیا گیا۔

تعلیم میں اس قدر انہماک تھا کہ آپ کے والد صاحب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

"میرے چچا میاں احمد بخش کی وفات ہوئی اور سارا گھر تجہیز و تکفین میں مصروف تھا لیکن حسب عادت عزیز اپنی کتابیں اٹھا کر مدرسہ کے لئے تیار ہو گیا مگر اس کی ماں نے دیکھ لیا اور عزیز کو سمجھایا کہ بابا جی کی

تجہیز و تکفین کا کام مقدم ہے۔ چنانچہ عزیز کو سمجھ آئی اور سکول جانے کا ارادہ ترک کر دیا"

آپ سخت محنت اور جدو جہد کرنے کے عادی تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں

"سلام جب سائنس کی تعلیم حاصل کر رہا تھا تو روزرات کو کہتا امی مجھے پڑھنا ہے آپ صبح چار ساڑھے چار بجے اٹھا دیں اور میں چار بجے اسے اٹھانے جاتی تو وہ پہلے ہی جاگ گیا ہوتا اور اپنی پڑھائی میں مصروف نظر آتا" (مشرق 9 اکتوبر 79)

1949 میں آپ کا نکاح آپ کی تایا زاد بہن امتہ الحفیظ بیگم سے ہوا۔ کیمبرج سے بی اے آنرز کرنے کے بعد آپ پی ایچ ڈی کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ پی ایچ ڈی فزکس کرنے کے لئے یونیورسٹی میں داخل ہو گئے یہاں آپ نے ایٹمی ذرات پر تحقیق کا آغاز کیا ان کے ذمہ ایک ایسا کام لگایا گیا جس میں بڑے بڑے سائنسدان ناکام ہو چکے تھے۔ آپ نے تھوڑے سے وقت میں اس مسئلہ کو حل کر دکھایا جس پر انہیں 1950 میں کیمبرج یونیورسٹی نے سمتھ انعام دیا

آپ کا یہ تحقیقی مقالہ امریکہ کی اسی یونیورسٹی میں ایک مشہور سائنسدان ڈائسن کو پڑتال کے لئے بھجوایا گیا۔ وہ خود اس کو حل کرنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے جب سلام کا مقالہ پڑھا تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے ایڈنبرا لیکچر دینا تھا وہاں پہنچ کر انہوں نے سلام کو بھی ایڈنبرا بلوایا اور ان سے لیکچر دلوایا۔ سلام سے زبانی سمجھ کر جب وہ ایڈبرا سے واپس گئے تو انہوں نے واپسی پر مشہور عالم سائنسدان رابرٹ اوپن ہیمر کے سامنے سلام کی بے حد تعریف کی اور بتایا کہ غیر ترقی یافتہ ملک کا ہونے کے باوجود سلام غیر معمولی ذہین ہیں چنانچہ انہوں نے پی ایچ ڈی کا دوسرا سال گزارنے کے لئے پرنسٹن یونیورسٹی امریکہ بلوالیا جہاں سلام کو دنیا کے چوٹی کے سائنسدانوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ اس دوران سلام کو اس صدی کے سب سے بڑے سائنسدان آئن سٹائن کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ تیسرا سال گزارنے کے لئے کیمبرج آئے مگر اب وظیفہ ختم ہو چکا تھا چنانچہ انہیں قابلیت کی بناء پر رعایت دی گئی کہ وہ واپس پاکستان جا کر تیسرا سال وہیں ریسرچ کریں اور مقالہ وہیں سے بھیج دیں۔ 1951 میں آپ پاکستان واپس آ گئے۔ 1952 میں تحقیقی مقالہ مکمل کر کے کیمبرج بھیجا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

1964 میں ڈاکٹر صاحب نے اٹلی میں انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے تحت اٹلی کی مدد سے

سائنس کا عالمی مرکز قائم کیا۔ جس پر 1968 میں اقوام متحدہ نے انہیں ایٹم برائے امن کا عالمی ایو
تیس ہزار ڈالر انعام دیا۔ اپنی تحقیق کے نتیجہ میں ڈاکٹر سلام نے چار میں سے دو بنیادی طاقتوں کو یکجا کر
کا نظریہ پیش کیا جس پر لندن کے طبعیات کے ادارے نے انہیں 1976 میں میڈل دیا۔

نوبل انعام کا حصول

1979ء میں پروفیسر عبدالسلام صاحب کو دو امریکن سائنسدانوں کے ساتھ فزکس
بہترین کام پر نوبل انعام دیا گیا۔ آپ نے یہ اعلان سنا تو فوراً بیت الفضل لندن جا کر خدا کا شکر ادا
10 دسمبر 1979 کو سویڈن کے شہر سٹاک ہوم میں شاہ سویڈن کارل گستاف سے آپ نے نوبل ا
حاصل کیا پورے عالم اسلام اور پاکستان میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور ہر طرف سے مختلف رہنماؤں
آپ کو مبارکباد دی۔

کامیابی کا راز

آپ کے والد چوہدری محمد حسین صاحب کو ایک مرتبہ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
خط لکھا کہ
"میں آپ کے عزیز فرزند کے متعلق دور افق میں حضرت مسیح موعود...... کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ
ہوں"
وہ پیشگوئی کیا تھی ؟
"میرے فرقہ کے لوگ علم و معرفت میں اس قدر کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلا
اور نشانوں کے نور سے سب کا منہ بند کر دیں گے"
حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے تمام عمر والدین کی بے انتہاء خدمت کی اور ان کی دعائی
حاصل کیں۔ خدا تعالی کے دین کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خدا کی مخلوق سے بھی پیار کیا۔ آپ

تحقیق کی بنیاد قرآن کریم کتب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود...... ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خلیفۂ وقت کی دعائیں وہ حاصل کرتے ہیں۔ آپ روزمرہ کے معمولات میں نہایت انکساری اور عاجزی سے کام لیتے ہیں۔ عالم اسلام اور پاکستان کے لیے انکی بے پناہ خدمات ہیں جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ اللہ تعالی آپ کو مزید خدمات کی توفیق دی آمین

بچو آپ بھی ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی طرح علم سے سچی محبت کریں وقت کو ضائع نہ ہونے دیں اور قرآن کریم احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود.... سے فائدہ اٹھائیں تو آپ بھی ایسی علمی ترقیات کر سکتے ہیں۔

جنرل اختر حسین ملک

ایک تاریخ ساز جرنیل

جس نے بھارتی فوج کو چھمب کے محاذ پر ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا۔ اس کی بے مثال بہادری اور جرات کی بناء پر اسے "ہیرو آف چھمب جوڑیاں" کا خطاب دیا گیا۔

پیارے بچو ہر شخص اپنے وطن سے محبت کرتا ہے اور یہی ایمان کا تقاضہ ہے چنانچہ جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی ملک کی سلامتی اور تحفظ کا مسئلہ پیدا ہوا جماعت احمدیہ کے جیالوں نے اپنا سب کچھ اس پر قربان کر دیا قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کے لئے احمدی نوجوانوں نے ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ہر موقع پر صف اول کی قربانیاں پیش کیں۔

اے وطن تو نے پکارا تو لہو کھول اٹھا
تیرے بیٹے تیرے جانباز چلے آتے ہیں

وطن کے تحفظ کی خاطر قربانیاں دینے والے احمدی سپوتوں کی ایک لمبی فہرست ہے لیکن آج ہم آپ کو جنرل اختر حسین ملک کے جنگی کارناموں کے متعلق کچھ بتائیں گے۔ جو مختلف اخبارات میں شائع

ہوئے۔ چنانچہ روزنامہ جنگ 6 ستمبر 1986ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

"1965ء میں کشمیر میں خط متارکہ کے پار بھارت کی مسلسل جارحانہ کاروائیوں کے جواب میں لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کو جو ایک پیدل ڈویژن کے آفیسر کمانڈنگ تھے۔ کارروائی کرنے کا فرض سونپا گیا آپ نے اس کام کو کامیاب بنانے کے لئے آپریشن جبرالٹر کا منصوبہ تیار کیا اور اس پر عمل درآمد کیا۔ اس محاذ پر چھمب میں بھارتی مورچے غیر معمولی طور پر مضبوط تھے اور وہاں ایک طاقتور فوج متعین تھی۔ جنرل اختر حسین ملک نے ان مورچوں پر حملہ کیا اور بھارتی گیریژن کو اس کی حقیقت کے باوجود کہ ان کے پاس جو فوج تھی عملاً ایسی کاروائی کے لئے ناکافی سمجھی جاتی ہے۔ بالکل نیست و نابود کر دیا۔ بھارتی قلعہ بندیوں کو تباہ کن ضربیں لگانے اور انہیں برباد کرنے کی کارروائی جنرل آفیسر کمانڈنگ کے بہادرانہ منصوبے بنانے اور کارروائی میں غیر معمولی قیادت کے مرہون منت تھے۔ اس مشکل کام کو دلیرانہ طور پر ذاتی جرات کے ساتھ انجام دیا اور انہیں اس پر بہادری کا دوسرا اعلیٰ ترین فوجی اعزاز ہلال جرات عطا کیا گیا"

دفاعی امور کے بارے میں تجربہ کار مبصر معین باری آپ کے متعلق لکھتے ہیں

جنرل اختر ملک کو فوت ہوئے اگرچہ کئی سال گزر چکے ہیں لیکن فوج کے اندر آج بھی ان کا نام بڑی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے وہ بڑے بہادر اور جنگجو قسم کے کمانڈر تھے۔ وہ ایسے جرنیلوں میں سے تھے جو جذبۂ جہاد اور شہادت سے سرشار ہوتے ہیں جو طاقتور دشمن کے سامنے بھی بڑے بڑے خطرات مول لیتے ہیں" (روزنامہ جنگ 7 اگست 1985ء)

ایک اور فوجی مبصر کرنل ریٹائرڈ غلام دستگیر لکھتے ہیں

"جہاں تک جنرل اختر حسین ملک کا تعلق ہے وہ ایک نہایت مخلص، محب الوطن، قابل اور حقیقت پسند شخصیت تھے۔ وہ جونیئر افسروں میں زیادہ ہر دلعزیز تھے مگر ان کے سینئر افسر ان کی قابلیت کی وجہ سے ہمیشہ حسد کرتے تھے۔ وہ ہر مسئلے کو عملی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔"

کسی حسد کی بنا پر انہیں فوج اور ملک سے باہر نکالنے کے لئے ادارہ میثاق وسطی (سینٹو) کے ہیڈ کوارٹر انقرہ میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیج دیا گیا۔ پاکستان کا یہ نامور جنرل اور فن حرب کی تاریخ میں نمایاں مقام حاصل کرنے والا جنرل اختر حسین ملک 12 اگست 1969ء کو انقرہ میں کار کے حادثہ میں

وفات پا گیا۔

روزنامہ مشرق نے "مادر وطن کا عظیم سپوت" کے نام سے ایک اداریہ رقم کیا

"جنرل اختر حسین ملک کی وفات پر پورے ملک میں گہرے رنج والم کا اظہار کیا جائے گا۔ موت کے ظالم ہاتھوں نے مادر وطن کا ایک عظیم سپوت چھین لیا ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک نے محاذ پر جو قابل تحسین کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہ ملت کی تاریخ میں شجاعت اور سرفروشی کا ایک درخشندہ باب ہے۔ انکی کمان میں پاکستان کے شیر دل فوجیوں نے اپنے سے تین گنا زیادہ طاقتور دشمن کو شرمناک شکست دی اور اس کا تمام غرور خاک میں ملا دیا۔ بھارت کا یہ منصوبہ دیوانے کا خواب بن کر رہ گیا۔

لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک آج ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن انہوں نے سرزمین وطن کی حفاظت کے لئے جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہ ان عالی مرتبت مجاہدوں میں ہیں جن پر انکی قوم کو فخر ہے اور جن کے کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔" (روزنامہ مشرق 23 اگست 1969ء)

جنرل اختر حسین ملک کے علاوہ جنرل عبد العلی ملک، بریگیڈیئر افتخار جنجوعہ، میجر قاضی بشیر احمد، میجر منیر احمد، سکوارڈن لیڈر خلیفہ منیر الدین، فضائی ریکارڈ قائم کرنے والے فلائیٹ آفیسر شمس الحق، لیفٹیننٹ ممتاز انور، لیفٹیننٹ خالد کرک وغیرہ نے بھی اپنا خون دیکر حب الوطنی کی عظیم داستانیں رقم کیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ 1948ء سے لیکر دسمبر 1971ء کی جنگ تک پاکستان کی افواج کے اعلیٰ ترین رینک یعنی جنرل کے عہدے کے صرف دو افراد نے جان پیش کی یا زخمی ہوئے۔ دونوں ہی خدا کے فضل سے احمدی تھے۔ جان قربان کرنے والے احمدی فوجی ہیرو میجر جنرل افتخار جنجوعہ ہیں جنہوں نے 1971ء کی جنگ میں چھمب کے محاذ پر اپنی جان وطن پر قربان کر دی۔ اسی جنگ میں میجر جنرل ناصر احمد بھی شدید زخمی ہو گئے۔ اس سعادت پر جماعت احمدیہ کو اپنے ان سپوتوں پر فخر ہے۔ آج بھی اس وطن کو کوئی خطرہ لاحق ہوا تو احمدی دل و جان سے سب سے پہلے اپنے سینوں پر گولیاں کھانے کے لئے تیار ہیں اور صف اول کے مجاہد بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس دھرتی کو دشمنوں کے بد ارادوں سے محفوظ رکھے۔

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں تو میرا خدا، میرا خدا ہے

قبولیت دعا اور احمدی بچے

مکرم طارق محمود صاحب ناصر۔ صدر شمالی ربوہ

بچو آج میں آپ کو دعا کے قبولیت کے بارے میں بتاتا ہوں کہ کس طرح خدا تعالیٰ احمدیت کی سچائی دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔ جو واقعہ میں بیان کرنے لگا ہوں آپ پڑھ کر حیران ہونگے کہ اس واقعہ میں آپ جیسے دو ننھے منے بچوں کی دعا کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا اور احمدیت کی سچائی کا نور ظاہر فرمایا الحمد للہ

بچو آپ نے قادیان کا نام تو سنا ہوگا ہاں ہاں یہ وہی بستی ہے جس میں مہدی آخر زماں پیدا ہوئے جن کا نام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی .... ہے۔ قادیان کے قریب ایک گاؤں تھا اس کا نام "ٹھیکری والا" تھا۔ وہاں ایک نو احمدی گھرانہ آباد تھا جو پاکستان بننے کے بعد ضلع رحیم یار خان کے علاقہ میں آکر آباد ہو گیا۔ وہ چونکہ خاندان میں پہلا احمدی گھرانہ تھا اس لئے لوگوں کی مخالفت بہت زیادہ تھی لیکن ساتھ ساتھ لوگوں کو یہ بھی یقین تھا کہ دنیا میں صرف احمدی ہی ایسے انسان ہیں جن کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

بچو اس گاؤں میں ایک گھرانہ ایسا بھی آباد تھا جو اکثر احمدی گھرانہ کی مخالفت کرتا تھا۔ ان کے سربراہ کا نام دین محمد صاحب تھا۔ (لیکن بعد میں خدا تعالیٰ نے ان کو احمدیت قبول کرنے توفیق دی)۔

میری والدہ اس واقعہ کو کچھ اس طریق پر بیان کرتی ہیں کہ

"میرا چھوٹا بھائی غلام احمد جو اس وقت 10، 12 سال کا ہوگا۔ (میرے یہ ماموں جان جن کو دین سے بہت ہی محبت تھی 42 سال کی عمر میں امیر ضلع بہاولپور بنے اور وفات تک رہے) وہ گرمیوں میں باہر درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ وہاں پر احمدیت کا ذکر آیا تو وہی موصوف جن کا نام دین محمد صاحب تھا کہنے لگے تھانیدارہ سنا ہے خدا تم لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے تو غلام احمد کہنے لگا ہاں کیوں نہیں ہمارا خدا ہماری دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔

وہ موصوف کہنے لگے تو دعا کرو بارش ہو جائے۔ اس پر غلام احمد نے کہا ہاں بارش ہوگی اور آج ہی ہوگی لیکن اگر آج بارش ہوگئی تو پھر آپ کو احمدیت قبول کرنا پڑے گی۔ تو موصوف نے حامی بھر لی۔

امی بتاتی ہیں اس وقت دن کے 2 بجے تھے سخت گرمی تھی بادلوں کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ غلام احمد جلدی جلدی گھر آیا اور وضو کیا اور مجھے کہا آپا آؤ دعا کریں کہ آج بارش ہو اور احمدیت کی سچائی ظاہر ہو۔ (میرے ماموں کو میری امی سے بہت محبت تھی اس لئے ہر کام کرنے سے پہلے امی کو ساتھ رکھتے تھے)۔

دوپہر کا وقت دو ننھے منے احمدی بچے سخت دھوپ میں چھت پر کھڑے اپنے رب کے حضور اپنی زبان میں بارش کی دعا مانگ رہے تھے۔

امی بتاتی ہیں کہ ہمیں کوئی شعور بھی نہ تھا کہ کس طرح دعا کرتے ہیں بہرحال ہم دعا کرتے رہے اور گرمی سے ہمارا برا حال تھا نیچے سے ہماری امی کہہ رہیں تھی کہ واپس آجاؤ لیکن ہم اپنی دھن میں مست تھے کہ جب تک بارش نہیں ہوگی واپس نہیں جائیں۔ پھر بہت جلد ہمارے رحیم وکریم خدا کو ہم پر رحم آیا اور اس کی رحمت جوش میں آئی اور احمدیت کی سچائی کی خاطر پونے تین کے قریب اچانک بادل نمودار ہوئے اور اتنی سخت بارش ہوئی کہ ہم چھت سے بڑی مشکل اترے اب جو بارش شروع ہوئی تو رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ شام سے صبح ہوئی تو وہی موصوف دوبارہ چیخ و پکار کرتے ہوئے آئے کہ اوئے غلام احمد دعا کرو کہ بارش رک جائے اب تو میرا مکان بھی گرنے والا ہے اس پر ماموں نے پھر دعا کی اور بارش تھم گئی۔ الحمد للہ اس واقعہ کے گواہ آج بھی زندہ ہیں۔ بچو آپ کو ایسی ہزاروں لاکھوں مثالیں جماعت احمدیہ سے مل جائیں گی جس سے احمدیت کی سچائی کو لوگوں نے دیکھا اور ہاں جماعت احمدیہ سے باہر آجکل کی دنیا میں آپ کو ایسی مثال نہیں ملے گی۔ دراصل ہم ہی وہ خوش نصیب ہیں جن کی خاطر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اور حضرت مسیح موعود...... کے طفیل اور امام جماعت احمدیہ کی برکت کے باعث ایسے نشانات اس دنیا میں ظاہر کئے جس سے ثابت ہوتا ہے ہم سچائی پر قائم ہیں

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

طوطا

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک نظم جو حضورؓ نے اپنی چھوٹی بچّی کو لکھ کر دی تھی)

پیارے طوطے بھولے بھالے ہم ہیں تیرے چاہنے والے
تیرا سبز لباس غضب ہے کیا ہی پھبن ہے کیسی چھب ہے
اُوپر لال سی جاکٹ پہنے سج کر بیٹھا ہے بِن گہنے
جب بیٹھا ہو پیڑ کے اُوپر کھیل رہا ہو پَر پھیلا کر
اُس کی سبزی تجھ کو چھپائے رنگ ترا اُس سے مل جائے
کیوں بیٹھا ہے پیڑ پہ جا کر بیٹھ ہمارے پاس تو آ کر
تجھ کو ہم چُوری ڈالیں گے پیار و محبّت سے پالیں گے
بیر اور گنّے لائیں گے ہم تجھ کو خُوب کھلائیں گے ہم
پنجرہ اِک اچھا سا بنا کر رکھیں گے تجھے اُس میں چُھپا کر
میٹھے بول سکھائیں گے ہم تجھ کو خوب پڑھائیں گے ہم
بیٹھ کے تیری باتیں سُنیں گے تجھ سے کوئی کام نہ لیں گے
اچھے طوطے گر نہیں آتا اپنا نام تو ہم کو بتا جا
طوطا بولا نام ہمارا مِٹھو ہے کیوں ہے نہ پیارا؟
یہ کہتے ہی پَر پھیلا کر تول کے دم اور چونچ دبا کر
اُڑ گیا طوطا شور مچا کر چُھپ گیا وہ بادل میں جا کر

لازوال انعام

تحریر: مکرم امان اللہ امجد صاحب۔ صدر شالی

عدیل بیٹے جلدی سے آکر ناشتہ کرلو ابھی تمہارا ہوم ورک ختم نہیں ہوا ادھر سکول کھلنے میں صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا ہے عدیل کی امی نے اسے آواز دی جو کہ دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوم ورک کر رہا تھا۔ بس امی ابھی آیا عدیل نے جلدی سے کام سمیٹتے ہوئے کہا۔ کاپیاں اور کتابیں بیگ میں ڈال کر اور تیار ہو کر امی کے پاس آگیا اور ناشتہ کرنے لگا۔

عدیل اپنے والدین کا ایک ہونہار اور ذہین بچہ تھا والدین کی ہر بات مانتا اور روزانہ سکول سے واپسی پر پہلے ہوم ورک کرتا کل پتہ نہیں کیسے اس کا تھوڑا سا کام باقی رہ گیا تھا۔ جو وہ مکمل کر رہا تھا۔ اسے اپنے گھر میں ہر قسم کی آسائش میسر تھی۔ اس کے والدین گھر میں اس کی پڑھائی کی طرف خاص توجہ دے رہے تھے۔

ناشتہ کے بعد اس نے جلدی سے بیگ پکڑا اور اپنی سائیکل نکال کر سکول کی جانب روانہ ہوگیا اسمبلی شروع ہونے میں چند منٹ باقی تھے سکول جانے کے بعد وہ معمول کے مطابق بلیک بورڈ کی طرف بڑھ گیا خلاف معمول آج وہاں بہت لڑکے کھڑے تھے کیا ہوا ہے بھئی خیر تو ہے آج تو سارا سکول یہاں پر کھڑا ہے عدیل نے حیرت سے سوال کیا؟ ہاں بھئی واقعی اہم اعلان ہے پڑھو تو سمی احمد نے جواب دیا اور عدیل کی نظریں سیدھی بلیک بورڈ پر لکھی ہوئی تحریر کی طرف اٹھ گئیں تمام بچوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آئندہ جمعرات کو سکول کا سالانہ ڈریس شو منایا جا رہا ہے سب سے بہترین اور خوبصورت لباس پہننے والے بچے کو سکول کا اول انعام دیا جائے گا۔ والدین کی شرکت لازمی ہے۔ تھوڑی دیر میں اسمبلی کی گھنٹی بجی اور تمام بچے گراؤنڈ میں جمع ہوگئے اسمبلی ختم ہوئی تو تمام بچے اپنی جماعتوں کی طرف چل پڑے آج وہ اسی مقابلہ کے متعلق بات چیت کر رہے تھے۔ ڈریس شو کا یہ مقابلہ گزشتہ تین سال سے ہو رہا تھا اس کا مقصد بچوں میں جہاں صفائی کی اہمیت واضح کرنا تھا وہاں لباس کے انتخاب کے سلسلہ میں بچوں کی راہنمائی کرنا تھا عدیل خوش قسمتی سے تین

سال سے اس مقابلہ میں اول انعام حاصل کر رہا تھا اس دفعہ بھی بچوں کا خیال تھا کہ وہ آسانی سے یہ انعام حاصل کر لے گا کچھ لڑکے بھرپور تیاری کر رہے تھے کہ وہ عدیل کو شکست دیں گے۔

سکول سے واپسی پر عدیل نے امی کو بتایا امی پتہ ہے کہ اگلی جمعرات کو ہمارے سکول میں بہترین لباس کا مقابلہ ہو رہا ہے اچھا انشاءاللہ اس دفعہ بھی میرا بیٹا اول آئے گا امی نے کہا چلو جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھالو۔

کھانے کے بعد عدیل اپنے کمرے میں بیٹھ کر ہوم ورک کرنے لگا اتنے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا تو وہ بھی نماز پڑھنے کے لئے خدا کے گھر چلا گیا۔

شام کو ابو آئے امی نے نہیں بھی ڈریس شو کے متعلق بتایا اگلے دن عدیل کے ابو دفتر سے جلدی گھر آگئے اور اسکی امی کو لے کر بازار گئے جہاں ایک بارونق کپڑوں کی دوکان کے اندر داخل ہو کر مختلف کپڑے دیکھے آخر اس کی امی نے سوٹ کا کپڑا عدیل کے لئے خرید لیا۔ چند دن میں عدیل کا سوٹ تیار ہو چکا تھا عدیل نے پہن کر دیکھا تو نہایت دیدہ زیب لگ رہا تھا ڈریس شو کا دن قریب آرہا تھا کل جمعرات تھی عدیل سکول سے واپس آیا تو تھوڑی دیر امی نے اسے کام سے بازار بھیج دیا بازار سے واپس آتے ہوئے عدیل کو ایک معصوم بچہ کھڑا نظر آیا جس کی عمر تقریباً دس سال تھی وہ ہر گزرنے والے سے فریاد کر رہا تھا۔ بابوجی بابوجی خدا کے لئے میری مدد کریں اس کے چہرہ پر آنسو بہہ رہے تھے عدیل فوراً اس کے پاس چلا گیا کیا بات ہے تم کیوں رو رہے ہو؟ بابوجی میں بھکاری نہیں ہوں میرے بوڑھے والد صاحب دو دن سے شدید بیمار ہیں ہمارے پاس علاج کے لئے روپے نہیں ہیں بابوجی میرے ابو کا علاج کروا دیں۔ ورنہ وہ مر جائیں گے اور میرا کوئی نہیں رہے گا۔ تمہارا گھر کدھر ہے؟ عدیل نے پوچھا وہ بچہ جس کا نام ندیم تھا عدیل کو لے کر کچی بستی کی طرف لے گیا ایک پرانے مکان کے سامنے جا کر ندیم کے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ عدیل نے دیکھا وہاں ایک بوڑھا آدمی لیٹا ہوا تھا اس نے اس کے ماتھے پر ہاتھ لگایا بخار کی شدت سے اس کا جسم تپ رہا تھا۔ عدیل کو سوچنے لگا آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی تم یہیں ٹھہرو میں ڈاکٹر صاحب کو لیکر آتا ہوں اس نے ندیم سے کہا عدیل فوراً گھر واپس آیا اور چپکے

ے اپنے کمرے میں چلا گیا اور وہ سوٹ بیچ دیا اور رقم لے کر شہر کے مشہور ڈاکٹر کے پاس آگیا اس نے ساری صورت حال بتائی اگلے ہی لمحے وہ ڈاکٹر کی کار میں بیٹھا مریض کی طرف آ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے فوراً اندر جا کر مریض کو دیکھا اور عدیل کی مدد سے اسے کار میں بٹھالیا کلینک پر پہنچ کر ڈاکٹر نے مریض کو طبی امداد دینا شروع کی عدیل اور ندیم بے چین تھے باہر کھڑے تھے قریباً ایک گھنٹہ بعد ڈاکٹر صاحب نے انہیں آکر بتایا کہ مریض کی حالت خطرے سے باہر ہے بابو جی میں آپ کا کس طرح شکریہ ادا کروں آپ تو ہمارے لئے فرشتہ بنکر آئے ندیم نے ممنون احسان ہو کر کہا کوئی بات نہیں اب تم فکر نہ کرو اور اپنے ابو کی صحت یابی کے لئے دعا کرو اس وقت انہیں دعاؤں کی ضرورت ہے عدیل نے اسے کہا ادویات کے لئے مزید کچھ رقم دی اور واپس گھر آگیا جہاں اس کے والدین بہت پریشان تھے۔

اس نے سارا واقعہ بتا دیا امی کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں اور انہوں نے اسے گلے لگا لیا ابو نے بھی شاباش دی۔

صبح عدیل حسب معمول اٹھا اسے یاد آیا کہ آج سالانہ ڈریس شو ہے لیکن آج وہ اس میں حصہ نہیں لے سکتا تھا اس نے معمول کا لباس پہنا اور سکول چلا گیا جہاں ہر طرف چہل پہل اور رونق تھی۔ رنگا رنگ جھنڈیوں سے پورا اسکول سجا ہوا تھا گراؤنڈ میں ایک خوبصورت سٹیج تیار کیا گیا تھا عماد منصور نصیر سب نے اس دن کی مناسبت سے شوخ لباس پہنا ہوا تھا بچوں کے والدین بھی آئے ہوئے تھے۔

باقاعدہ تقریب کا آغاز ہوا تو بچے مختلف قطاروں میں کھڑے ہو گئے اور عدیل بھی ان میں شامل تھا۔ عدیل کے سر صدیق نے عدیل کی طرف دیکھا تو حیران رہ گئے وہ سیدھا عدیل کے پاس گئے اور عدیل نے انہیں تمام حالات سنا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد پرنسپل صاحب نے ڈریس شو کے رزلٹ کے اعلان کے لئے مائیک پر آئے اور انکی آواز گراؤنڈ میں گونجنے لگی

"آج میں جس بچے کو اول انعام دے رہا ہوں وہ ایک عام لباس پہن کر آیا ہے تمام بچے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اس بچے نے اس مقابلہ میں شرکت کے لئے جو لباس

بقیہ ص 77 پر

فٹ بالر

مجد الدین مجد

پچھلی قسطوں کا خلاصہ

انور ایک فٹبالر تھا اور سٹارز کلب کی جانب سے کھیلتا تھا۔ اسے قتل کر دیا گیا انور کے قتل کا کیس انسپکٹر سلیم نے لیا۔ انسپکٹر سلیم کے دو دوست آصف اور حسان جو سراغرساں تھے نے بھی اس کی مدد کی۔ انور کی بیوی کا نام غزالہ تھا بیٹے کا نام حسن بھائی کا نام صغیر اور ہمسائے کا نام بابر تھا۔ دوران تفتیش پتہ چلا کہ غزالہ کے بھائی سعادت نے انور کو قتل کی دھمکی دی تھی۔ اسی دوران آصف کو ایک نامعلوم شخص کا فون آیا تھا کہ انور کو بابر نے قتل کیا ہے۔ جبکہ سٹارز کلب کے مینیجر نے ایک اور کلب ایف۔ آئی کلب پر انور کے قتل کا الزام لگایا۔ اسی طرح انور کی ذاتی ڈائری سے پتہ چلا کہ اس کے علم میں اپنی فرم سے متعلق کوئی خاص بات آئی تھی جس کی وجہ سے فرم کے ڈائریکٹر نے اسے نوکری سے چھٹی کروا دی تھی ابھی آصف انہی باتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اسی نامعلوم شخص کا فون موصول ہوا اس نے اب کے سٹارز کلب کے مینیجر پر الزام لگایا کہ وہ بھی انور کے قتل میں شریک ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس کا ثبوت آصف کو مینیجر کی کوٹھی سے ملے گا۔

"میرا خیال ہے حسان ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ فوراً سے پہلے ہمیں یہ دو کام کرنے ہیں ایک تو مینیجر کی کوٹھی سے ثبوت حاصل کرنا اور دوسرے فرم سے متعلقہ وہ بات پتہ کرنا جس وجہ سے انور کو نوکری چھوڑنی پڑی تھی" آصف نے کہا۔

"اور تیسرا کام یہ کہ اس بات کا پتہ چلانا کہ نامعلوم شخص کو ہماری کارگزاری کا علم کیسے ہو جاتا ہے"۔ حسان نے کہا

"خیر یہ تیسرا کام تو اس طرح ہو سکتا ہے کہ یقیناً ہمارا تعاقب کیا جاتا ہے۔ لہذا اب ہم اس سلسلے میں محتاط رہیں گے۔ اچھا پھر حسان میں تو جا رہا ہوں فرم میں اور تم.... تم رات ہونے کا انتظار کرو تاکہ مینیجر کی کوٹھی سے ثبوت حاصل کر سکو" یہ کہہ کر آصف ہاتھ ہلا کر باہر نکل گیا۔ حسان نے گھڑی دیکھی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے "ابھی پانچ چھ گھنٹے باقی ہیں" حسان منہ میں بڑبڑایا۔ پھر اپنی ٹانگیں میز پر پھیلا دیں۔

صبح کے نو بج رہے تھے۔ آصف صبح 8 کا دفتر میں پہنچ چکا تھا۔ کل شام کی مہم میں اس نے فرم کا کامیاب دورہ کیا تھا۔ اس نے سٹور کا تفصیلی جائزہ لیا تھا اس دوران اسے اندازہ ہوا کہ بظاہر دیکھنے میں تو ہر دوا کا ایک مخصوص ڈبہ تھا لیکن ہر دوا کے دو مختلف ڈبے تھے جن میں بہت بڑا فرق تھا۔ البتہ غور سے دیکھنے سے ان کا فرق پتہ چل جاتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ فرق ڈبوں میں نقلی دوائیں تھیں۔ بہر حال اسے لیبارٹری سے آنے والے ریزلٹ کا

انتظار تھا اسی وقت دروازہ کھلا۔ اور حسان لنگڑاتا ہوا اندر داخل ہوا آصف نے دیکھا کہ اس کی داہنی ٹانگ پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

"کیا ہوا؟"۔ آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"اکیس ٹیکے۔ ٹانگ پر پٹی اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہوا"۔ حسان نے قریبی صوفے پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟ وہاں کوئی کتا تھا"۔ آصف کو ہنسی آ گئی۔

"ایک بھی نہیں تین ہائے ہائے"۔ حسان نے کراہ کر کہا۔

"ذرا تفصیل سے بتاؤ؟"۔

"جب میں نے دیوار پھلانگی تو ایک دم کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی۔ ساتھ ہی کوئی چیخا کہ کون ہے۔ میں سانس روک کر اندھیرے میں لیٹا رہا لیکن ایک کتے نے مجھے تاڑ لیا۔ وہ چھلانگ لگا کر مجھ پر آ گیا شکر ہے کہ محافظ جلد آ گئے ورنہ اس وقت میں لنگڑا ہوتا محافظوں نے مجھ سے پوچھ گچھ کی۔ میں نے خود کو ایک عام سا شخص ظاہر کیا جو باہر کسی چیز سے ڈر کر غلطی سے اندر آ گیا تھا۔ لیکن وہ قائل ہوتے نظر نہیں آ رہے تھے آخر میں نے مسکین بن کر رونا شروع کیا۔ تب انہیں مجھ پر ترس آ گیا اور ان دونوں میں سے ایک محافظ مجھے قریبی ہسپتال تک چھوڑ گیا پھر اکیس ٹیکے...... ہائے...... پٹیاں.... ہائے" حسان نے پھر کراہنا شروع ہو گیا۔

"چلو شکر ہے اس محافظ کو تم پر ترس آ گیا اور تمہیں ہسپتال لے گیا ورنہ اگر وہ تمہیں مینجر کے سامنے پیش کر دیتا تو وہ تمہیں پہچان لیتا اور پھر ہماری اچھی خاصی کمبختی آ جاتی" آصف نے کہا

"اور تمہارے مشن کا کیا ہوا؟"۔

"کامیاب ہوا ہوں"۔

"ظاہر ہے فرموں میں چوکیدار ہی ہوتے ہیں کتے نہیں ہوتے ہائے... کتے ----- اکیس ٹیکے"۔

"ظاہر ہے پھر اسطرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں آصف نے کہا اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی آصف نے فون اٹھا لیا

"ہیلو اے۔ ایچ سراغرساں سپیکنگ"۔

"آصف صاحب رات کو حسان میری کوٹھی پر کیوں آیا تھا؟" دوسری طرف سٹارز کلب کا مینجر تھا۔ آصف کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تو گویا اسے علم تھا کہ حسان کوٹھی پر گیا تھا۔ آصف نے سوچا

"جواب دیجیئے نا میں آپ پر کیس کر سکتا ہوں میری تجوری سے 60 ہزار روپے اور بہت ضروری کاغذات غائب ہیں"۔ اس دفعہ مینجر کی آواز میں گرمی تھی۔

"لیکن حسان تو کل کا کراچی جا چکا ہے وہ یہاں نہیں ہے"۔ آصف جلدی سے بولا

"بکواس نہیں کرو آصف---- رات کو میری کوٹھی کی دیوار کود کر آنے والے کا جو حلیہ میرے محافظوں نے بتایا ہے وہ حسان کا ہی ہے...... ویسے تم نے منصوبہ خوب بنایا جب میرا ایک محافظ حسان کو ہسپتال لے کر گیا تو تم نے دوسرے محافظ کو بے ہوش کیا اور تجوری کا صفایا کر دیا..... سنو آصف پیسے بے شک رکھ لو کاغذات واپس کر دو۔ میں تم پر

مقدمہ نہیں کرونگا" مینجر نے کہا

"کان کھول کر سن لیجئے مینجر صاحب آپ کے گھر میں چوری ہم نے نہیں کی اور نہ ہی حسان شہر میں ہے آپ چاہے مقدمہ کریں چاہے کچھ اور" یہ کہہ کر آصف نے فون رکھ دیا اس نے دیکھا تو حسان صوفے پر نہیں تھا۔

"حسان"۔ آصف نے اسے آواز دی تو وہ اچانک صوفے کے پیچھے سے نکل آیا۔ اس نے انتہائی راز دارانہ انداز میں ادھر ادھر دیکھا اور پھر پوچھا" مینجر کا فون تھا؟"

"ہاں محافظوں نے اسے تمہارا حلیہ بتا دیا ہے۔ لیکن فکر کی کوئی بات نہیں ہے میں ابھی اس کا بندوبست کرتا ہوں" آصف نے کہا اور فون اٹھایا اور رنگ کرنا شروع کیا جب دوسری طرف کسی نے فون اٹھا لیا تو بولا

"ہیلو سلیم پندرہ منٹ کے اندر راوی پارک کے گیٹ پر پہنچ جاؤ بہت ضروری کام ہے دیر نہ ہو"۔"

"آ جاؤں گا مگر بات کیا ہے"۔ سلیم نے پوچھا لیکن آصف نے فون رکھ دیا پھر اس نے الماری کھولی اور ہیلمٹ حسان کی طرف اچھال دیا اور کہا" چلو موٹر سائیکل سٹارٹ کرو اور راوی پارک چلیں"۔ "لیکن میری ٹانگ"۔ حسان نے کہا

"جلدی کرو وقت نہیں ہے "۔آصف نے اسے دروازے کی طرف دھکیل دیا۔

آصف نے اندر گھستے ہی دروازہ لاک کر دیا سلیم اور آصف نے

باہم مشورے سے حسان کو ایک مضافاتی بستی کے مکان میں منتقل کر دیا تھا اب آصف کو اگلا لائحہ عمل مرتب کرنا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اب مینجر کے خلاف ثبوت کیسے ڈھونڈے اچانک اس کے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ ایف آئی کلب جائے۔ شاید وہاں جا کر اسے کسی نئی بات کا علم ہو۔ وہ انہی خیالوں میں گم تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اس نے فون اٹھا لیا اور کہا ہیلو

"ہیلو آصف صاحب حسان کو مینجر کی کوٹھی بھجوانے کا شکریہ دوسری طرف وہی نامعلوم شخص تھا جس نے آصف کو مینجر کی کوٹھی میں ثبوت ڈھونڈنے کو کہا تھا۔

کیا مطلب؟

ابھی مینجر کا فون آیا تھا اس نے حسان کو پہچان لیا تھا اسکا خیال تھا کہ چوری میں نے کی ہے بہر حال آصف نے بتایا

کاغذات تو میرے پاس ہیں لیکن وہ میرے پلے نہیں پڑ رہے اس لئے میں نے سوچا ہے کہ وہ تمہارے حوالے کر دوں نامعلوم شخص نے کہا

ضرور کر دو میں انہیں سمجھنے کی کوشش کروں گا

تو پھر جمشید روڈ سٹریٹ 45 ابھی پانچ منٹ میں آؤ وہاں ایک ہی لیٹر بکس ہے اس کے پیچھے ایک خاکی لفافہ پڑا ہوگا اٹھا لینا نامعلوم شخص نے کہا

اب اگر ہم آپس میں تعاون کر ہی رہے ہیں تو ایک بات بتاؤ کہ تم فون کہاں سے کر رہے ہو؟ آصف نے پوچھا۔

میں ہمیشہ فون باتھ استعمال کرتا ہوں اچھا اب خدا حافظ دوسری طرف سے فون رکھ دیا گیا تھا آصف نے اکی گہری سانس لے کر فون رکھ دیا

اپنے دفتر میں آصف لفافہ کھول کر بیٹھا ہوا تھا جب اس نے یہ لفافہ اٹھایا تھا تو اسے آس پاس سڑک پر کوئی شخص نظر نہیں آیا تھا لفافے کے باہر صرف جلی حروف میں آصف لکھا ہوا تھا لفافے میں سے صرف ایک اخبار نکلی تھی۔ اخبار چار صفحوں پر مشتمل تھی۔ اخبار کے ساتھ ایک کاغذ بھی نکلا تھا۔ جس پر نمبریوں لکھے ہوئے تھے کہ فون نمبر لگتے تھے۔ کل پندرہ فون نمبر تین تین کے پانچ سیٹس میں لکھے ہوئے تھے آصف نے سوچا کہ پہلے وہ ایف۔ آئی کلب سے ہو آئے پھر اخبار اور صفحے پر غور کرے گا یہ سوچ کر اس نے وہ اخبار دراز میں رکھا اور باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ یہ اخبار اور صفحہ حسان کو دے آئے اور جس دوران وہ ایف۔ آئی کلب والوں سے بات چیت کرے شاید حسان اخبار سے کوئی نتیجہ نکال لے۔

پس وہ واپس مڑ آیا اس نے اخبار نکال کر اور تہہ کر کے جیب میں رکھا تو ساتھ ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ آصف نے فون اٹھا کر ہیلو کہا

آصف صاحب ایف آئے آئی کلب تو آپ جا ہی رہے ہیں تو وہاں یہ معلوم کیجئے گا کہ ایف آئی کلب کے شاندار سٹیڈیم جو ایک اخباری اطلاع کے مطابق تقریباً دس کروڑ میں تعمیر ہوا ہے کے لئے پیسہ کہاں سے آیا؟ نامعلوم شخص نے صرف اتنا کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔ آصف نے سوچا دس کروڑ روپیہ کہاں سے آیا؟ یہ واقعی ایک غور طلب سوال تھا اور اسکا جواب اسے ایف آئی کلب جا کر ہی مل سکتا تھا۔

آصف نے اوپر دیکھا شاندار سٹیڈیم اور داخلے کے گیٹ پر بہت بڑا بورڈ لگا ہوا تھا فٹ بال انٹرنیشنل کلب آصف حسان کو اخبار اور صفحہ دے کر ایف آئی کلب پہنچا ہی تھا سٹیڈیم دیکھ کر اس کے ذہن میں نامعلوم شخص کا سوال پھر گونجا کہ پیسہ کہاں سے آیا؟ اس نے سوچا کہ سٹار کلب نے الزام لگایا تھا کہ سلیکشن بورڈ کا چیئرمین اور ایف۔ آئی کلب کا مینجر گہرے دوست ہیں تو ہو سکتا ہے یہ پیسہ اسی چیئرمین نے دیا ہو۔۔۔۔ یہی سوچتا آصف داخلے کے گیٹ کی طرف بڑھا اچانک ایک کار کی بریکیں تیزی سے چرچرائیں آصف نے مڑ کر دیکھا اسی لمحے اس کے سر پر کوئی سخت چیز لگی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ (باقی آئندہ)

قلعوں کی جستجو میں

تحریر: مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ

قلعہ مروٹ سے واپسی پر ریت میں سے چلتے ہوئے واپس چلے اور ریت کا سفر طے کرتے ہوئے ایک جگہ ریت میں گاڑی پھنس گئی ریت پر اگی ہوئی جھاڑیاں کاٹ کر پہیوں کے نیچے ڈالی گئیں۔ گرم تپتی ریت ہاتھوں سے ہٹا گئی۔ شکر خدا کا کہ کہیں پر کسی کی پکی اینٹیں رکھی ہوئی مل گئیں وہ اٹھا کر پہیے کے نیچے رکھیں سب نے مل کر دھکا لگایا تب کہیں خدا خدا کر کے گاڑی ریت سے نکلی وہاں قریب ہی ایک بچہ گائیڈ کی طور پر ساتھ لیا جو چھٹی میں پڑھتا تھا۔ نذر حسین نام تھا۔ اس نے بتایا کہ یہاں پر پرندہ شاھین اور عقاب پایا جاتا ہے۔ اکثر لوگ پکڑ کر ہزاروں روپوں میں فروخت کرتے ہیں۔

پھلاراں نام کا یہ قلعہ 86 موڑ سے اندر کی جانب ہے مشرق کی سمت بڑا دروازہ ہے۔ اندر داخل ہونے کے بعد دونوں طرف محرابی چھوٹے کمرہ نما دالان ہیں آگے ایک دروازہ ہے اندر اس وقت کو کھلا احاطہ تھا۔ لیکن چاروں طرف گول گبند نما محرابی مینار ہیں اور اس میں داخل ہوتے ہی چار چار کمرے ہونگے دائیں ہاتھ کمروں کے نشانات اور دیواریں موجود ہیں لیکن بائیں ہاتھ کے کمرے منہدم ہو چکے ہیں۔ محرابیں مغل طرز تعمیر کی ہیں لیکن نقش منہدم ہو چکے ہیں۔

اسکی چھت سے ایک اور قلعہ مغرب کی طرف نظر آتا تھا جو جام گڑھ کا قلعہ کہلاتا تھا۔ تقریباً تین چار میل دور ہوگا لیکن وہاں جانے کے لئے ہمارے پاس کوئی گائڈ نہ تھا۔ اس لئے وہاں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اب فورٹ عباس تک پہنچنا تھا اور پھر ربوہ واپس آنا تھا اس قلعہ میر گڑھ میں دریائے گھاگرا کے گذشتہ برس کے سیلاب نے کافی تباہی مچائی تھی

واپسی پر خیر گذری کہ گاڑی ریت کے اس ٹیلہ پر سے آرام سے گزر گئی بلکہ زیادہ بائیں ہاتھ

گھوم کر نکالی گئی۔ اب یہاں ہماری گاڑی کے اے سی نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا تھا پکی سڑک پر آکر ٹھیک کرنے کی کوشش کی ویسے تو چل رہا تھا پنکھے بند تھے اسلئے ڈر تھا کہ جل نہ جائے۔ گرمی بھی شدت کی تھی۔ قدرے اے سی چلاتے اور کبھی بند کرتے فورٹ عباس کے لئے روانہ ہوئے۔ بہاولنگر سے 70 کلومیٹر کے فاصلے پر یہ قلعہ ہمیں قدرے آرام سے ہی دکھائی دے گیا یعنی پکا راستہ تھا یہ شہر فورٹ عباس سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس وقت تو قلعہ کے نشانات ہی رہ گئے ہیں۔ بڑے دروازے کی باقیات نظر آتی ہیں کہتے ہیں یہ سات منزلہ دروازہ تھا فصیل کے نشانات موجود ہیں تعمیر میں چھوٹی انیٹ استعمال کی گئی ہے ایک بڑی اور دو چھوٹی مسجدیں اب بھی قلعہ کی فصیلوں کے درمیان موجود ہیں اور تینوں ٹھیک حالت میں ہیں۔ دونوں طرف پکی چھوٹی اینٹوں کی دیوار بنا کر درمیان میں مٹی اور مٹی کی اینٹیں استعمال کی گئیں ہیں اب ان سات منزلوں میں پانچ کے نشانات گنے جاسکتے ہیں۔ جس میں تین ٹھیک حالت میں ہیں۔ اس قلعہ کا پرانا نام ایک ہندو شہزادی کے نام پر پھول تھا۔ سات منزلوں کی وجہ یہ سمجھ آئی کہ یہ منارہ یا واچ ٹاور کے طور پر استعمال ہوتا ہوگا۔ اس قلعہ کے باہر بھی ایک ایک چھوٹا سا قلعہ یا قلعہ نما مسجد ہے جس کی دو محرابیں شناخت کی جا سکتی ہیں باقی منہدم ہوچکا تھا۔ چولستان کا یہ پانچواں قلعہ تھا جو ہم نے دیکھا ہندوستان کا بارڈر یہاں سے 6 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ قلعہ تقریباً تین سو سال پرانا بتایا جاتا ہے۔ اینٹیں گر چکی ہیں ان کو استعمال کر کے مقامی لوگوں نے بہت سے مکانات اس جگہ تعمیر کر لئے ہیں۔

یہاں سے فارغ ہوئے تو جمعہ کی نماز کا وقت تھا۔ ہوٹل میں کھانا کھایا وضو کیا اور سرور صاحب کو خدا حافظ کہہ کر ربوہ گاڑی سے ربوہ کی طرف روانہ ہوئے۔ نمازیں گاڑی میں پڑھیں اور براستہ وہاڑی اور رجانہ فیصل آباد سے رات 11 بجے کے قریب واپس ربوہ پہنچ گئے۔ یعنی 22، 23 ستمبر کی رات کو۔

23 ستمبر کو صبح تیاری وغیرہ کی اور کھانا ہمراہ لے کر 12 بجکر 30 منٹ قلعہ کافر کوٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ میانوالی سے ملتان ڈیرہ اسماعیل خان روڈ آئے وہاں سے براستہ کندیاں چشمہ بیراج پہنچے۔ تقریباً تین بج چکے تھے بہت خوبصورت اور بڑا بیراج بنا ہوا ہے۔ بیراج پار کر کے پہاڑی کے دامن میں کچی پتھروں کی بنی ہوئی سڑک پر قدرے چڑھائی پر چڑھتے ہوئے گاڑی سے پہاڑی کے دامن تک آگئے ہیں یہاں سے تین میل چڑھائی چڑھ کر قلعہ پر جانا ہوگا۔ ملک صاحب ریحان اور شاہد گئے ہیں میں گاڑی میں بیٹھی روئیداد سفر قلمبند کر رہی ہوں میرے دائیں ہاتھ چشمہ بیراج ہے اور بائیں ہاتھ پہاڑی آگے راستہ ختم ہو گیا ہے۔ نماز عصر ادا کر کے میں نے نوٹس لکھے ہیں اور اب پانچ بجکر

چالیس منٹ ہوئے ہیں پہاڑی میرے مشرق کی جانب ہے اس لئے یہاں اندھیرا محسوس ہو رہا ہے کچھ دیر باہر نکل کر ٹہلتی رہی۔ پھر آ کر گاڑی کا ٹی وی لگایا پشاور بہت صاف آ رہا تھا۔ پشتو کی خبریں سنیں پھر ریحان اور ملک صاحب بھی آ گئے۔ واپسی پر پتھر کی نوک ٹائیر میں لگ گئی ٹائر بدلا آگے چلے پہاڑی راستہ وہ بھی بلڈوزر سے بنایا ہوا۔ سڑک نہ تھی ایک جگہ راستہ بھول کر دریا کی طرف نکل گئے۔ سامنے اور دائیں پہاڑ ہی پہاڑ اور بائیں طرف دریا بڑی مشکل تمام گاڑی موڑی اور دوبارہ رستہ تلاش کیا۔ پکی سڑک پر آئے اور آتے ہی چشمہ بیراج والوں نے پوچھ گچھ شروع کر دی کیونکہ ساڑھے سات کا وقت تھا اور کوئی گاڑی اس طرف سے آتی نہیں تھی وہاں سے چلے تو ایک جگہ سے پھر راستہ بھولے۔ میانوالی پہنچے تو شدید بارش اور طوفان نے آن لیا یہاں میری ایک ڈاکٹر دوست ساجدہ غلام رسول رہتی ہیں ان کا فون معلوم تھا نہ گھر اور پھر بارش طوفانی ان سے ملنا چاہتی تھی ہوٹل میں ٹھہرے کھانا کھایا اور چائے پی نمازیں ادا کیں اور سو گئے۔ اگلی صبح 5.30 بجے روانہ ہوئے ناشتہ تلہ گنگ میں کیا ساڑھے دس بجے براستہ دینہ قلعہ رہتاس کے سامنے پہنچے بارش کی وجہ سے کیچڑ تھا بمشکل راستہ ہو گا میں ادھر کنارے پر ٹھہر گئی۔ وہ تینوں ملک صاحب شاہد اور ریحان صاحب گئے۔

رہتاس کا قلعہ شیر شاہ سوری نے 1543ء میں بنوایا تھا۔ سرخ اینٹوں اور مصالحے سے بنا ہوا ہے اس کے مختصر نوٹس یہ ہیں مین روڈ سے فاصلہ 8 کلومیٹر ہے۔ پھر گاؤں پار کر پہاڑی پر چڑھ کر قلعہ آتا ہے۔ ایک اور راستہ بھی ہے جہاں بڑی بیڈ فورڈ جیپیں دریا کے کنارے کنارے چکر ایک جگہ سے دریا پار کر کے قلعہ میں داخل ہو جاتی ہیں آج بارش کی وجہ سے وہ بھی نہیں چل رہیں تھیں اس لئے ان کو پیدل جانا پڑا۔ اس قلعہ کا محیط 9 کلومیٹر ہے۔ اس کی اونچائی سطح سمندر سے 2200 فٹ ہے۔ فصیل کی اونچائی 120 فٹ اور فصیل کی موٹائی 60 سے 80 فٹ ہے کل دروازے 12 ہیں جسمیں سے 4 دروازے دہرے ہیں۔ اس قلعہ میں دو محل تھے۔ معمار شاہو سلطانی تھے۔ اس قلعہ پر اس وقت لاگت 231،00،000،000 آئی تھی۔ گھٹنوں پانی میں چل کر تصاویر بنائیں۔ واپس مین جی ٹی روڈ پر آ کر منگلا قلعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ از صفحہ 73

ساتوں رنگ ہوتے ہیں لیکن نیلا رنگ سب سے زیادہ پھیلتا ہے اور ہمیں ایسے لگتا ہے کہ آسمان نیلا ہے۔ اس کا مشاہدہ آپ بھی کر سکتے ہیں اگر موسم صاف ہو تو غروب آفتاب کے وقت آسمان پر ہلکا بنفشی رنگ ہو گا لیکن اگر فضا میں گرد و غبار ہے تو اس وقت سورج کی روشنی میں زیادہ چمک ہو گی۔ اور رنگوں کے اس تماشے کے ساتھ ہی آپ سے اجازت چاہتے ہیں۔

ناصر میاں کا خرگوش

ناصر میاں

چپکے بیٹھے ہو کیوں! میاں خرگوش؟
نہیں سر پیر کا تمہیں کچھ ہوش؟
فکر کس بات کا ہے غم کیا ہے
بھورے میاں! کہو الم کیا ہے
حال کس رنج سے کیا ہے زبوں
غم کی تصویر بن رہے ہو کیوں
دل میں غم نے جمالیا...... ڈیرا
پھول سا منہ اتر گیا...... تیرا
کس نے پیارے تمہیں ستایا ہے
کس نے ننھا سا دل دکھایا ہے
بات سچی جو ہو بتاؤ...... مجھے
کھول کر حال دل سناؤ...... مجھے

خرگوش

کیا بتاؤں میاں میں اپنا حال
مجھ کو کس غم نے کر دیا ہے نڈھال
نہ کسی نے مجھے ستایا...... ہے
نہ کسی نے مجھے جلایا...... ہے
نہ گلہ خاص کا نہ عام کا ہے
مجھ کو رونا ہی اپنے نام کا ہے
ہے یہی رنج جس سے زار ہوں میں
اس صدمہ سے بے قرار ہوں میں

گر میں آئینہ دیکھتا ہوں...... کبھی
شکل اچھی ہی نظر...... ہے آتی
پیاری صورت خدا نے بخشی ہے
گوری رنگت خدا نے بخشی ہے
شکر خالق کا ہوں بجا لاتا
عیب کوئی نظر نہیں...... آتا
خاصی صورت میاں ہماری ہے
بھولی بھالی ہے پیاری پیاری ہے
گو مجھے چاہیئے کہ یوں نہ کہوں
میاں مٹھو نہ اپنے منہ سے بنوں
کیا کروں پر رہا نہیں جاتا
طعنہ ناحق سنا نہیں جاتا
عیب دنیا جو یوں لگاتی ہے
بات کہنے میں آہی جاتی ہے
توبہ توبہ میں کرکے کہتا ہوں
کان اپنے پکڑ کے کہتا ہوں
کہاں اس کی کہاں مری صورت
بھلا مجھ سے گدھے کو کیا نسبت
کہاں میرے کہاں گدھے کے کان
آپ لوگوں کی دیکھ لی پہچان
یہی صدمہ میں دل پہ سہتا ہوں
ہے یہی فکر جس میں رہتا ہوں
کہنا ناصر میاں! خدا...... لگتی
میری صورت ہے کیا گدھے کی سی

میں اس غم میں ہوگیا خاموش
لوگ کہتے ہیں کیوں مجھے خرگوش

خلاؤں میں ----

تحریر: مکرم عبدالاعلیٰ نجم الثاقب صاحب

آج ہم آپ کو خلاؤں میں لئے چلتے ہیں لیکن پہلے ذرا بات ہو جائے زمین اور کائنات کی ابتدائی کیسے ہوئی؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جو آپ کے ننھے ذہنوں میں بھی آیا ہوگا اور آپ کوئی جواب بھی سوچتے ہوں گے۔ آج دیکھتے ہیں کہ آپ کہاں تک درست سوچتے ہیں؟

تو بھائیو نہیں نہیں یہاں میری مراد چھوٹی چھوٹی بہنوں سے بھی ہے کہیں وہ ناراض ہی نا ہو جائیں۔ ہاں تو میں بتا رہا تھا کہ کچھ سائنسدان کہتے ہیں کہ پہلے بہت پہلے کائنات ایک بڑا سا گولہ تھی جو کسی دھماکے سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی اور اب یہ مسلسل پھیلتی جا رہی ہے۔ اور جب ایک خاص حد تک آجائے گی اور پھیلاؤ کا یہ عمل رک جائے گا پھر معاملہ اس کے الٹ ہوگا۔ "ابھی تو دھماکے کے اثر سے سب سیارے، ستارے دور ہوتے جا رہے ہیں لیکن اس وقت یہ سب آپس کی کشش سے پھر ایک دوسرے کی طرف آئیں گے اور پھر سب کائنات ایک گولہ بن جائیگی اسے .... نظریہ کہتے ہیں۔

ابھی کہانی ختم نہیں ہوئی جب یہ گولہ تیار ہوگا تو پھر ایک اور بگ بینگ ظہور میں آئے گا اور یہ عمل مسلسل جاری ہوتا چلا جائے گا۔

اگر یہ درست ہے تو پھر یہ خوفناک حقیقت ماننی پڑے گی کہ جب جب کائنات سکڑے گی سب جاندار انسانوں سمیت زندہ دفن ہو جائیں گے۔ یہ خیال 1927 میں پیش کیا گیا تھا اور 1940 کے قریب یہ ثابت ہوگیا تھا کہ کائنات پھیل رہی ہے

دوسرا خیال 1948 میں پیش کیا گیا کہ کائنات جب سے بنی ہے یہ ویسے کی ویسی ہے لیکن کم سائنسدان اسے مانتے ہیں بہرحال جو بھی ہو یہ ابھی تک راز ہی ہے کہ کائنات کیسے بنی لیکن اس راز سے پردہ کون اٹھائے گا؟ ممکن ہے آپ میں

سے کوئی ہو جو ہمت کرے۔

اب دوسری کہانی شروع کرتے ہیں

ہم ہر روز بے شمار ستارے آسمان پر چمکتے ہوئے دیکھتے ہیں دراصل یہ ستارے جل رہے ہیں اور ان کا ایندھن ہے ہائیڈروجن گیس۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب ہائیڈروجن ختم ہو جائے تو ستارے کو مر جانا چاہیے۔

اور ایسا ہی ہوتا ہے ستارے پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ ہائیڈروجن گیس جل جل کر ایک اور گیس ہیلیم میں بدل جاتی ہے تو ستارہ ایک دم بڑے سرخ گولے میں بدل جاتا ہے اور اپنے حجم سے دو تین سو گنا بڑا ہو جاتا ہے۔ اب ستارہ اتنا گرم ہو جاتا ہے اس پر کئی عمل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور بھاری بھاری مادے پیدا ہوتے ہیں پھر ستارہ اچانک سکڑنا شروع ہو جاتا ہے اور بڑی تیزی سے چھوٹا اور چھوٹا اور بالکل ننھا سا ہو جاتا ہے اب اس کا رنگ سفید ہو جاتا ہے اور اسے سفید بونے کے نام سے چھیڑتے ہیں

ابھی کہانی مکمل نہیں ہوئی

آپ کو پتا نہیں کہ یہ ستارہ کتنا چھوٹا ہو جاتا ہے اگر پتا چل جائے تو آپ کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ جائے۔

خیر بتائے دیتے ہیں تو سنیے

ایک ستارہ جو سفید بونا بن گیا تھا اس کا اصل وزن تو سورج جتنا تھا یعنی زمین سے تین لاکھ تینتس ہزار 333000 گنا زیادہ لیکن جب مرا اور چھوٹا ہونا شروع ہوا تو اتنا چھوٹا ہو گیا کہ زمین سے بھی آدھا رہ گیا لیکن اس کا وزن اتنے کا اتنا ہی تھا۔

جب معاملہ یہاں پہنچتا ہے بجھو تو پتا ہے کیا ہوتا ہے اس ستارے کی کشش بڑھ جاتی ہے اور یہ اپنے سے قریب گذرنے والی ہر چیز کو نگل لیتا ہے حتی کہ روشنی کو بھی اور جب جب روشنی اس کے آس پاس سے گزار کر ہم تک نہیں آتی تو ہمیں ایسے لگتا ہے کہ کائنات میں کوئی سیاہ چیز آگ آئی ہے۔ جو ہمیں نظر نہیں آتی کیونکہ نظر تو صرف وہی چیز آتی ہے جس سے روشنی ٹکرا کر واپس ہم تک آئے اس علاقے کو سیاہ سوراخ کہتے ہیں۔ اگر آپ کسی سفید بونے کو قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے جائیں لیکن اس سفر میں ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ جو ایک مرتبہ سفید بونے کی کشش میں چلا گیا وہ پھر کبھی واپس نہیں آئے گا اور ہم یہ خطرہ اس لئے مول نہیں لیں گے کہ ابھی ہم نے کائنات کے بارے میں اوا بہت کچھ آپ کو بتانا ہے اب ذرا دوبارہ زمین پر چلتے ہیں اگر سورج چمک رہا ہے تو آسمان کو دیکھیں یہ نیلا ہے لیکن یہ خلا باز چاند پر کھڑا زمین کی طرف دیکھ رہا تھا سورج چمک رہا تھا اس کی نظر آسمان پر پڑی تو آسمان کالا تھا سیاہی کی طرح کالا ایسا کیوں ہے؟

بات یہ ہے کہ زمین پر بھی آسمان کالا ہی نظر آتا اگر ہوا نہ ہوتی۔ ہوتا یوں ہے جب سورج کی روشنی ہوا میں سے گزرتی ہے تو اس میں موجود تو

بقیہ ص 70 پر

چکار سے نون بگلہ - پیدل سفر

مکرم عبدالاعلیٰ نجم الثاقب صاحب

آج ہم آپ کو ایسی سیر کا حال سنانا چلے ہیں جس کے اختتام پر ہم اور ہمارے ساتھی ایسے بے حال ہوئے کہ ایک ساتھی تو دو دن کے لئے خواب خرگوش میں کھو گئے

ان دنوں ہم پنجاب کی گرمی سے بچنے کے لئے مظفر آباد میں قیام پذیر تھے جو آزاد کشمیر کا دارالحکومت بھی ہے کہ وہاں ہمیں معلوم ہوا کہ یہاں گرمی کا اثر باقی ہے لہذا ہم نے پروگرام بنایا کہ 6500 فٹ بلندی پر واقع چکار کی سیر کی جائے وہاں ہمارے ایک واقف کار بھی تھے اس لئے وہاں کی ضروریات کے بارے میں سوچنا بیکار تھا۔ چٹ پروگرام اور پٹ روانگی والا حساب تھا۔ ابتدائی طور پر قافلہ چار افراد پر مشتمل تھا ایک خاکسار دو میزبان اور ایک مظفر آباد کے مربی صاحب (لیکن عین وقت پر مربی صاحب بیمار ہو گئے) اس طرح ان کا پروگرام تو کھٹائی میں جاتا نظر آیا اب ہم تین رہ گئے تھے پہلے تو سوچا کہ کسی اور دن پر سیر کا پروگرام ڈال دیں لیکن مزید دن دستیاب نہیں تھے لہذا اسی روز پونے سات چکار روانہ ہوئے۔

بس کے مظفر آباد سے نکل کر دریائے جہلم کے ساتھ ساتھ سری نگر (کشمیر) کی طرف جانے والی سڑک پکڑلی اور نو بجے چکار پہنچ گئی۔ بس سے اتر کر چاروں طرف کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ بازار میں کھڑے ہیں اس سے قبل 1978 کے قریب چکار آئے تھے کچھ پرانی یادیں تازہ کرنے کی نیم کامیاب کوششیں کیں اور آگے کا پروگرام زیر غور آیا۔

وہاں کھڑی تمام ویگنوں بسوں کے آگے "نون بگلہ" کا بورڈ تلاش کرنے کی ناکام ترین کوشش کرنے کے بعد ہم ایک سوزوکی پک آپ والے کے پاس پہنچے اس سے پوچھا کہ بھائی کوئی گاڑی نون بگلہ نہیں جائے گی؟ بولا کہ آج 10 محرم ہے اس لئے تمام سواریاں بند ہیں البتہ 200 روپے دیں تو آپ کو چھوڑ آئیں ہمیں فوراً یاد آ گیا کہ سڑک نون بگلہ صرف دس کلومیٹر ہے لہذا 200 روپے سمجھ

ے بالا تھے ہم نے حالات و واقعات ذہن میں لاتے ہوئے ڈرائیور سے کہا کہ بھائی 50 روپے تک چلنا ہے تو چلو لیکن بولا 120 ہی دے دو خیر ہم نے اسے خیر باد کہا اور پیدل ہی مارچ شروع کر دیا ابھی کوئی دو فرلانگ گئے ہوں گے کہ ایک مقامی آدمی نے شرف ملاقات بخشا اور خوش خبری سنائی کہ بازار سے ایک چھوٹا راستہ نون بگلہ جاتا ہے جو اس سے 6 کلومیٹر کم ہے چنانچہ واپس آئے ایک دوکان دار سے راستہ معلوم کیا اس نے باری باری ہم تینوں کو سر سے پاؤں تک دیکھا ہم نے پوچھا کیا بات ہے بھائی فاصلہ زیادہ ہے؟ بولا نہیں جناب آپ آدھ گھنٹے میں پہنچ جائیں گے ہم بڑے خوش ہوئے کہ کہاں 10 کلومیٹر کا مارچ تھا اور کہاں آدھ گھنٹے کا فاصلہ۔

راستہ معلوم کر کے چل پڑے مسئلہ کچھ یوں بھی تھا ہمیں اس پہاڑ سے اترنا تھا جس پر ہم کھڑے تھے اور پھر دوسرے پہاڑ پر چڑھنا تھا جہاں نون بگلہ ہمارا انتظار کر رہا ہے تھا۔ اور نون بگلہ چکار سے کوئی ڈیڑھ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے۔

ابھی تھوڑا سا ہی چلے تھے کہ ایک چشمہ نظر آیا حفظ ماتقدم کے طور پر کچھ پانی پیا اور ایک بوتل بھی بھر لی ابھی تھوڑا ہی مزید چلے تھے کہ ایک مقامی لڑکے سے ملاقات ہوئی ہم نے اس سے پوچھنے کی غلطی کر لی کہ بھائی کیا راستہ میں چشمے ہیں؟ بولا بہت ہم نے اس سے چھوٹتے ہی جھٹ بوتل کا آدھا پانی انڈیل دیا کہ جب اتنے چشمے آئیں گے تو کیا ضرورت ہے بوجھ اٹھانے کی۔ لیکن قسم لے لیں جو نون بگلہ پہنچنے سے پہلے ایک چشمہ بھی نظر آیا ہو اور ہم سارا راستہ اسکے بہت کا مطلب سوچتے رہے۔

اب ہم چڑھائی چڑھ رہے تھے چیل کے درختوں کا جنگل ہم پر سایہ کیے ہوئے تھا تھوڑی دیر میں سارا پانی ختم کر کے بیٹھے ادھر پسینے کی صورت میں دھڑا دھڑ پانی کا اخراج جاری تھا۔ ہم نے قمیض اتاری تا کہ ٹھنڈ محسوس ہو اور نون بگلے تک کے لے پانی بچا رہے لیکن جلد ہی انجن فیل ہو گئے اور ہمیں رکنا پڑا رکنے پر ٹھنڈی ہوا کھانے کا لطف ہی اور تھا ایک آدمی سے جو وہاں سے گذر رہا تھا ہم نے پوچھا کہ میاں نون بگلہ کتنا آگے ہے بولا ایک میل اور ہم جوش اٹھے اور تیزی سے چڑھائی چڑھنے لگے۔ قریب ہی ایک گھر نظر آیا ہم نے سوچا دور اندیشی کام آئی اور پیاس کی تکلیف سے جان بخشی ہوئی۔ راستے میں بھوک محسوس ہوئی تو تھیلے میں ہی ہاتھ مار کر اسے ہلکا کیا۔

پھر چلتے گئے اور چڑھتے گئے لیکن ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا اور نون بگلہ دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا کچھ اور آگے گئے تو ایک آدمی سامنے سے آتا ہوا نظر آیا پوچھا نون بگلہ کتنا آگے ہے بولا ایک میل ہی ہوگا اور ہم بے ہوش ہوتے ہوتے بچے جوں جوں اوپر جا رہے تھے فاصلے کا پیمانہ بڑھ رہا تھا نیچے سے ایک میل بتایا گیا تھا اور اتنا چل کر آگے فاصلہ پھر پھیل کر میل ہو گیا ہے خطرہ ہوا کہ آگے سو میٹر میل ہی نہ بن جائے۔ پیچھے نظر ڈالی چکار دوسری پہاڑی پر کافی نیچے رہ گیا تھا۔ اب پھر ہمت کر کے چل پڑے بالآخر 2 گھنٹے میں چل چل چل چل کر نون بگلہ پہنچ ہی گئے ایک چشمے نے استقبال کیا پانی پیا منہ ہاتھ دھوئے اور قصبے میں داخل ہوئے۔

یہاں بھی 13 سال قبل آ چکا تھا پرانی جگہوں کو دیکھا چمکتی دھوپ میں ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی ایک بجے سوچا کہ آؤ ہوٹل سے کھانا کھالیں۔ ایک ہوٹل میں گئے سنسان پڑا تھا موجود آدمی سے پوچھا کیا پکا ہے؟ بولا آج دس محرم ہے مسجد میں چاول مل رہے ہیں اس لئے ہوٹل میں کچھ نہیں پکا نظر اٹھا کر دیکھا تو لوگ پلیٹیں بھر بھر کے چاول لا رہے ہیں افسوس ہمارے پاس پلیٹیں ہوتیں تو ایک ٹائم کا خرچہ بچتا... خیر ایک ہوٹل سے کھانا مل گیا لیکن جگ اور گلاس اس حال میں تھے کہ آنکھیں بند کر کے جو پانی پیئے وہی پی سکے گا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ہمارے ایک ساتھی نے پانی کی بوتل کھول کر منہ سے لگالی ہوٹل والا سمجھا کہ شدید کوئی متبرک پانی ہے بولا کس جگہ کا پانی ہے؟ اسے کیا جواب دینا تھا کھانا زہر مار کر کے تیر کی طرح باہر نکلے کچھ آرام اور سیر کے بعد واپس مارچ شروع کیا۔ استقبالیہ چشمے سے وضو کیا کہ مناسب جگہ پر نماز ادا کریں پھر روانہ ہوئے کچھ آگے جا کر ہموار جگہ ملی تو نماز کا پروگرام بنایا چادر نکالی سورج دیکھ کر قبلے کی سمت معلوم کی نماز ظہر و عصر ادا کی، ہر گزرنے والا دور دور تک مڑ مڑ کر دیکھتا کہ ہو نہ ہو یہ اسی جماعت کے سپوت ہیں جو آج نمازوں کو اصل میں قائم کرنے والی ہے۔ جنگل میں نماز کا لطف بھی ایسا تھا کہ سب تھکاوٹ دور ہو گئی۔ واپسی اڑھائی گھنٹے میں ہوئی۔ جب چکار والی پہاڑی چڑھنے لگے تو غلطی سے دوسرا راستہ پکڑ لیا جو کچھ آگے جا کر ختم ہو گیا اور کھیت شروع ہو گئے چھوٹے چھوٹے مکئی کے کھیت جو قریبی گھر کا پتہ دے رہے تھے اسی امید پر کھیتوں سے گذرنے لگے کہ ابھی کسی گھر سے راستہ معلوم کر لیں گے۔ لیکن کوئی گھر نظر نہیں آیا کئی مواقع پر لٹک مٹک کر چڑھنا پڑا خیر گرتے پڑتے چکار پہنچ گئے۔ معلوم ہوا

مظفر آباد آخری بس جارہی ہے جس پر رش دیکھ کر ہم جانے سے انکاری ہوئے اور فون پر گھر اطلاع دی کہ ہم کل آئیں گے۔ چنانچہ رات جاننے والوں کے گھر مہمان رہے۔ جولائی کی رات میں کئی مرتبہ کے بعد ایک بار پھر رضائی لے کر سونے کا منظر دیکھا فوراً پنجاب ذہن میں آیا اللہ کی قدرت ایک طرف اتنی گرمی اور دوسری طرف رضائیاں۔

بقیہ از ص 63

خریدا تھا وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ایک مریض کے علاج کے لئے بیچ دیا..... اپنی خوشیاں قربان کر کے معاشرے کے بے سہارا افراد کے دکھ درد میں شریک ہونا ہی انسانیت کا معراج ہے پورے سکول کو اس بچے پر فخر ہے قدرت کی طرف سے بھی اس کے لئے ایک لازوال انعام مقدر ہو چکا ہے۔

اس کے ساتھ ہی عدیل کا نام پکارا گیا اس نے نہ صرف اپنا گزشتہ اعزاز برقرار رکھا تھا بلکہ ایک لازوال انعام بھی حاصل کر چکا تھا۔

اک شام دادا جاں سے کہنے لگے ناصر
مٹھو میاں صبح سے ہیں بولنے سے قاصر

کچھ آپ کی طبابت اپنے بھی کام آئے
دیجئے دوا کچھ ایسی جس سے شفا وہ پائے

سن کر تمام باتیں یہ دادا جان بولے
مٹھو میاں کی منہ میں چھالے ہیں یا پھپھولے

دو تین سبز مرچیں جاکر اسے کھلاؤ
پیالی میں گرم پانی جلدی اسے پلاؤ

کچھ دیر بعد ناصر آئے جو بھاگے بھاگے
طارق، فیضان، اکبر بھی ساتھ میں تھے انکے

بولے کہ دادا ابا کیسی دوائی دی تھی
روکے نہیں ہے رکتی مٹھو میاں کی کھانسی

بچوں کی اک شرارت پہلے انہوں نے جانی
پھر دادا جان بولے سن کے یہ سب کہانی

طوطے کو کیسی کھانسی یہ کیا بتا رہے ہو؟
پنجرہ اٹھاکے لاؤ مجھ کو بنا رہے ہو

بولے تمام بچے یہ کیا ہے دادا ابا؟
پنجرہ ہے کیسا پنجرہ، طوطا یہ کیسا طوطا

ہم تو قمر میاں کو مٹھو میاں ہیں کہتے
یہ سن کے دادا ابا کچھ سوچ کر یہ بولے

تم نے قمر میاں کو مٹھو میاں کہا تھا
ہم نے دوائی دیتے طوطا سمجھ لیا تھا

اپنا یا کسی کا تم نام نہ بگاڑو
اچھا بھلا چلے جو وہ کام نہ بگاڑو

جناب مبارک احمد صاحب عابد ۔ ایم ۔ اے

یر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے

تحریر:۔ مکرمہ منزہ اقبال صاحبہ

عزیز ساتھیو جو واقعہ آج میں آپ کے گوش گزار کر رہی ہوں وہ بالکل سچ ہے۔ اس واقعہ کے
عد مجھے احساس ہو کہ مسلسل دعا کرتے رہنا اور آخری لمحات تک درد دل سے دعا کرنے کی اہمیت اور
رکت کیا ہے۔ تب سے دعا میری زندگی کا اہم جز بن گئی

ہوا یوں کہ آج سے چار پانچ سال پہلے جب میں دہم کی طالبہ تھی تو میں نے انگلش تقریر میں
صہ لیا تھا۔ ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتی چلوں کہ میں بچپن ہی سے سکولوں اور اجتماعات پر تقریریں کیا
رتی تھی لیکن اردو میں۔ اس مرتبہ بھی میں نے اردو تقریر میں ہی حصہ لیا تھا۔ لیکن چونکہ ہمارے
کول میں انگلش تقریر کے لئے کوئی اور لڑکی نہیں ملی تھی سو میری پرنسپل نے مجھے انگلش تقریر
کے لئے کہا اور میری تقریر کسی اور لڑکی کو دے دی یہ تقریری مقابلہ اسلام آباد کے پندرہ سکولوں
کے مابین تھا۔ اور اس وقت کے ڈائرکٹر آف ایجوکیشن بریگیڈئیر سلیمی مہمان خصوصی تھے۔ سو میں
نے اس تقریر کے لئے بہت تیاری کی۔ میری اساتذہ نے بھی تیاری کے سلسلے میں دن رات
یک کیا بالآخر تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آگیا کے مترادف وہ دن بھی آگیا جس دن وہ مقابلہ ہونا قرار
پایا تھا۔ اس دن صبح ہم اپنی اسکول وین میں پرنسپل اور دو اساتذہ کے ہمراہ اسلام آباد کے پہاڑوں
سے گھرے ہوئے سکول کی طرف روانہ ہوئے دن کے پہلے حصہ میں اردو میں تقاریر تھیں 12 بجے
کے بعد انگلش میں تقاریر تھیں جب وقفہ کے بعد مقابلہ شروع ہوا تو ہم سب مقررین کو اسٹیج
پر بٹھایا گیا۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد مقابلہ کا آغاز ہوا دوسرے نمبر پر میرا نام بولا گیا میں
لیوں کی گونج میں ڈائس تک آئی تقریر کے دوران سامنے حاضرین میں بیٹھی ہوئیں اپنی پرنسپل اور
دو اساتذہ کے چہروں کے تاثرات کی بدولت خوشگوار احساس سے دوچار ہوتی۔ یوں باری باری سب

مقررین اپنے موضوع پر بولے پہلی پوزیشن کے لئے باقیوں کی نسبت ہم دو لڑکیوں میں مقابلہ
سخت لگ رہا تھا۔ میری حریف لڑکی کا تعلق اسی میزبان سکول سے تھا جس میں یہ مقابلہ ہو رہا تھا اس
ایک اصول کے مطابق میزبان سکول کی لڑکی میزبانی کے آداب کے پیش نظر اول نہیں آتی تھی
میری تقریر بھی نسبتاً اس سے بہتر تھی سو میں بھی مطمئن تھی اور میری پرنسپل بھی۔ مقابلہ کے
بعد ایک ترانہ پیش کیا گیا تاکہ اس دوران تینوں جج صاحبان حتمی فیصلہ ترتیب دے لیں۔ ترانہ کے
بعد جب سٹیج سیکرٹری مس کومل نتائج کا اعلان کرنے لگے تو میری نظر اپنے سامنے بیٹھی اس لڑ
پر پڑی جو میری حریف تھی اس کے ہونٹ تیز تیز ہل رہے تھے وہ مسلسل دعا کر رہی تھی اس کے
چہرے سے بھی کچھ عیاں تھا کہ وہ خدا سے کچھ مانگ رہی ہے اسی سمے میں اپنے دل میں اس
ھنسی کہ اب تو جج نے فیصلہ بھی دے دیا ہے اور کسی بھی لمحے اعلان ہوا چاہتا ہے اور یہ لڑکی دعا
رہی ہے اب کونسا وقت ہے دعا کا اسی پر میری سماعت سے مس کومل کی آواز ٹکرائی کہ جج صاحبان
کے فیصلے کے مطابق اول پوزیشن کی حقدار میزبان سکول کی فرحت رضا قرار پائی ہیں جبکہ دوم
پوزیشن منزہ اقبال.........

بس اس سے آگے مجھے کچھ سنائی نہ دیا میرا سر چکر رہا تھا مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ ایسا بھی ہو
سکتا ہے اصول تو یہ تھا کہ......... لیکن نہیں درد دل سے مانگی ہوئی.... صدق دل سے آخری ساعتوں
میں کی ہوئی دعا مقبول ہو گئی۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے

کی سچائی ہتھوڑے بن کر میرے دل و دماغ پر ضربیں لگا رہی تھی تب مجھے احساس ہوا کہ آخری لمحات
تک عجز و انکساری اور درد سے مانگی جانے والی دعائیں بارگاہ رب العزت میں مراد پالیتی ہیں بعد
میں کافی دیر تک میری پرنسپل میزبان سکول کی پرنسپل سے تکرار کرتی رہیں کہ یہ فیصلہ درست
نہیں کیونکہ میرے سکول کی لڑکی کی تقریر زیادہ معیاری تھی ہم مہمان تھے ہمارے ساتھ ناانصافی ہوئی
ہے لیکن میں سوچ رہی تھی کہ میری انجان پرنسپل کیا جانے کہ یہ فیصلہ ججز کا نہیں بلکہ خدا کا فیصلہ
تھا۔ جو کہ صد فی صد درست اور مبنی برانصاف تھا۔



مجلسِ عاملہ اطفال الاحمدیہ پاکستان محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے ہمراہ

مدیران تشحیذ الاذہان





ادارہ تشحیذ الاذہان کے کارکنان و مدیر تشحیذ محترم نصیر احمد صاحب قمر سابق مدیر تشحیذ (حال پرائیویٹ سیکرٹری لندن) کے ہمراہ

زرعی یونیورسٹی کے
شعبہ حیوانات کا مطالعاتی دورہ

ماہ جولائی میں مدیر تشحیذ و مدیر خالد نے مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد کے اطفال و خدام کے ساتھ شعبہ حیوانات زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے میوزیم آف نیچرل ہسٹری کا دورہ کیا۔ اس کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔



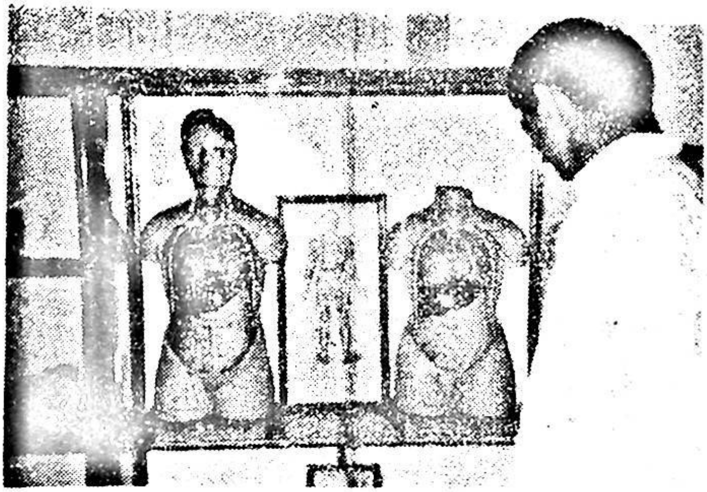
زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کا شمار ملک کے چند مایہ ناز تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔ اس یونیورسٹی میں ملک کی سب سے بڑی صنعت زراعت کی اعلیٰ تعلیم کے علاوہ مختلف سائنسی مضامین میں بھی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔

اس یونیورسٹی کا قیام 1962 میں عمل لایا گیا وسعت کے لحاظ سے ایشیا کی اس دوسری بڑی یونیورسٹی کے دو کیمپس ہیں۔ نیو کیمپس میں زراعت سے متعلق شعبہ جات کام کر رہے ہیں جبکہ قدیم زرعی کالج کی عمارت جسے اب اولڈ کیمپس کہا جاتا ہے میں کلیہ علوم سائنس قائم کی گئی ہے۔ اس کلیہ میں فزکس، کیمسٹری، بائیو کیمسٹری، ذوالوجی، باٹنی اور شماریات کے شعبہ جات کام کر رہے ہیں ہر شعبہ اعلیٰ تعلیم یعنی ماسٹر آف سائنس، ماسٹر آف فلاسفی اور ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگریاں آفر کرتا ہے۔

کلیہ سائنس کے شعبہ حیوانات و ماہی پروری کے تحت ایک وسیع عمارت میں میوزیم آف نیچرل ہسٹری واقع ہے۔ اس میوزیم میں مختلف جانور محفوظ کئے گئے ہیں۔ یہ جانور اتنے عمدہ طریقے سے محفوظ کئے

گئے ہیں کہ پہلی نظر میں زندہ معلوم ہوتے ہیں جانوروں کو کئی طریقوں سے محفوظ کیا گیا ہے۔ جن میں شیشے کے بکس کے اندر محفوظ کرنا، فارملین میں محفوظ کرنا، جانوروں کو حنوط کرنا اور جانوروں کی کھال میں بھوسہ بھرنا وغیرہ شامل ہیں۔ محفوظ شدہ جانور انتہائی حفاظت سے میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں۔

میوزیم میں محفوظ شدہ جانور ایک خاص ترتیب سے رکھے ہوئے ہیں اور ذوآلوجی کی گروہ بندی کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے جانور اسی کے مطابق مختلف الماریوں میں ترتیب دئے گئے ہیں ہر فائیلم (گروہ) کے لئے ایک یا زیادہ شیشے کی بڑی الماریاں مختص ہیں اور اس الماری میں متعلقہ فائیلم کی نمائندہ جانور کہ جن سے فائیلم کی مخصوص خصوصیات مترشح ہوں ترتیب سے رکھے ہوئے ہیں۔ ہر الماری پر متعلقہ فائیلم کا نام اور جانوروں تعداد واضح طور پر لکھی ہوئی ہے۔ تمام SPECIMENS



پر جانور کا عام نام اور ذوآلوجیکل نام واضح طور پر لکھے ہوئے ہیں۔ اس طرح فائیلم کا نام اور اس کے نمائندہ جانوروں کے نام بمع ان کی اصلی شکل وشباہت کے ذوآلوجی کے طالب علم کے لئے گروہ بندی اور ارتقاء کے مطالعے میں بے حد معاون ثابت ہوتے ہیں۔ میوزیم میں رکھے ہوئے چند مشہور جانور اور فائیلم درج ذیل ہیں۔

فائیلم پوریفرا (اسپنج)، فائیلم سیل ان ٹریٹا (جیلی فش، ھائیڈر، کورل)، فائیلم پلیٹی ہل من تھیس (لورفلوک، ٹیپ ورم، پلیزیا) فائیلم نیماٹوڈا (ھک ورم اسکیرس) فائیلم انیلیڈا (ارتھ ورم، جونک) فائیلم آرتھرو پوڈا (تتلیاں، کیڑے مکوڑے) فائیلم مولسکا (گھونگے، سپی وغیرہ) فائیلم کارڈیٹا (ایک بہت بڑی تعداد جانوروں کی اس میں شامل ہے جن میں مچھلیاں، مینڈک سانپ پرندے اور دوسرے بڑے جانور شامل ہیں۔

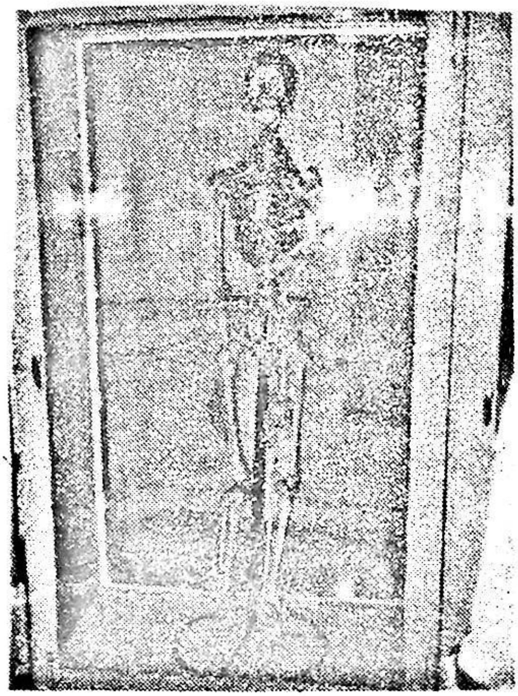
میوزیم میں مچھلیوں کی بہت ساری تعداد اقسام رکھی ہوئی ہیں ان میں تازہ پانی کی مچھلیوں کے ساتھ ساتھ سمندری مچھلیاں بھی کثیر تعداد میں ملتی ہیں۔ مینڈک اور اس کے گروہ کے بے شمار جانور اس میوزیم میں محفوظ ہیں۔ ان میں بعض جانور دنیا کے دور دراز حصوں سے منگوائے گئے ہیں سانپ اور چھپکلی کے قبیلے کے

جانوروں کی ایک بہت بڑی تعداد میوزیم میں محفوظ ہے۔ سانپ زیادہ تر ملکی ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے شعبہ میں سانپوں پر ریسرچ کرنے والے طلباء نے جمع کئے ہیں۔ پاکستان میں پائی جانے تقریباً تمام اقسام یہاں محفوظ ہیں سانپوں کے علاوہ مختلف اقسام کی چھپکلیاں اور مگرمچھ اور گھڑیال بھی یونیورسٹی میوزیم کی زینت ہیں



اس میوزیم کی سب سے خوبصورت اشیا میں پرندے سرفہرست ہیں حنوط شدہ پرندوں کی اقسام میوزیم کا حصہ ہیں پرندوں کی تقریباً ہر قسم کی نمائندگی یہاں ملے گی افریقہ کے شترمرغ سے لے کر امریکی ٹوکن آسٹریلوی کیوی اور ایشیائی مور تک تمام رنگ و نسل کے پرندے اس میوزیم میں محفوظ ہیں پھر پرندوں کی خوبصورتی کے باعث ان کو میوزیم میں نمایاں جگہ دی گئی ہے جس کے باعث یہ پہلی نظر میں ہی دکھائی دیتے ہیں اور نہایت خوبصورت لگتے ہیں زیادہ تر پرندوں کی کھال میں بھس بھر انہیں محفوظ کیا گیا ہے۔ پرندوں کے انگریزی نام اور سائنسی نام ان کے ساتھ لکھے ہونے کے سبب ان کی حیاتیاتی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ بڑے بڑے پرندے الو چیل اور باز وغیرہ کو الگ بکس میں رکھا گیا ہے اور چھوٹے پرندے ایک بہت بڑے بکس میں نمایاں کر کے رکھے ہوئے ہیں ہر پرندہ اپنی مخصوص ادا کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہے۔ جس سے اس کی مارفالوجی بڑی صفائی سے عیاں ہو رہی ہوتی ہے۔ غرض کہ پرندوں نے میوزیم کی رونق دوبالا کر دی ہے۔

بڑے جانوروں میں سے ہرن نیل گائے بندر لومڑی، گیدڑ بلی وغیرہ حنوط شدہ حالت میں موجود ہیں بندروں کی چند غیر ملکی قسمیں بھی موجود ہیں ان کے علاوہ چوہے خرگوش اور کنڈیلے چوہے کی کئی اقسام بھی موجود ہیں۔ یہ تمام جانور حنوط شدہ حالت میں موجود ہیں اور دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ چند جانوروں کی ٹرافیاں



بھی رکھی ہوئی ہیں۔

جانوروں کے مجسموں کے علاوہ چند اور اشیاء بھی میوزیم کی زینت ہیں جن میں امبریالوجی کے ماڈل، خلوی تقسیم کے ماڈل مختلف جانوروں کے فاسلز پرندوں کی چونچیں اور پنجوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان میں شامل ہیں یہ سب اشیاء طالب علموں کی رہنمائی میں بے حد مفید ہیں۔

اب آپ کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا ہوگا کہ جانوروں کی گروہ بندی کیسے کی جاتی ہے تو سنیں۔

جانوروں کے گروہ بندی سے مراد ایسے جانوروں کا ایک خاص گروپ ہے جن میں بہت سی خصوصیات آپس میں مشترک ہوں گروہ بندی کے مختلف مدارج ہیں جن میں سے سب سے اہم نوع یا SPECIES ہے جس میں ایسے جانور شامل ہوتے ہیں جو آپس میں افزائش نسل کر سکیں باقی تمام مدارج جن میں جینس آرڈر کلاس اور فائیلم شامل ہیں بنیادی طور پر اسی نوع پر منحصر ہوتے ہیں ایک فائیلم بہت بڑا گروہ ہوتا ہے جس کے تمام جانوروں میں ایک یا دو خصوصیات مشترک ہیں مثلاً ریڑھ کی ہڈی رکھنے والے جانوروں کا فائیلم کارڈیٹا۔

اب آپ سوچ رہے ہونگے کہ جانوروں کی حنوط کیسے کی جاتی ہے؟

5-1

حنوط کاری سے مراد جانوروں کے مردہ اجسام کسی طریقے سے محفوظ کرنا ہے ان طریقوں میں سب سے اہم اور قابل استعمال طریقہ مردہ جانوروں کی کھال اتار کر اس میں جسم کی ساخت کا پلاسٹک کا ٹکڑا یا جسم کی جگہ بھوسا بھرنے کا ہے اس عمل کے دوران سب سے پہلے مردہ جانور کی کھال نہایت احتیاط سے اتاری جاتی ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ کسی حصے کو نقصان نہ پہنچنے پائے کھال اتارنے کے بعد اسے نمک لگا کر رکھ دیا جاتا ہے۔

پھر کھال پر کچھ خاص قسم کے کیمیائی مرکبات لگا کر اور پھر اسے سکھا کر اس کی کرومنگ کی جاتی ہے۔ دوسری طرف جانور کے جسم کی قدرتی اور بنیادی پیمائش کر کے فائبر گلاس سے اس جانور کے سائز کا ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے جس پر بعد میں کھال چڑھا دی جاتی ہے اور اس طرح وہ جانور اپنے اصلی اور قدرتی سائز اور نمونے کے مطابق محفوظ کر لئے جاتے ہیں جن کی نسل ناپید ہو رہی دوسرے لفظوں میں اسی ذریعے سے وائلڈ لائف بھی کسی حد تک محفوظ کی جا سکتی ہے۔

اب آپ کو بتاتے ہیں کہ فاسلز کیا ہوتے ہیں؟

فاسلز سے مراد آج سے لاکھوں سال قبل اس کرہ ارض پر پائے جانے والے جانوروں کے نشانات یا کسی بھی قسم کے بقایاجات جو کسی طریقے سے پرانی چٹانوں برف یا سمندر کی گہرائیوں میں محفوظ ہو گئے ہیں اور جنہیں اب کھدائی وغیرہ کے ذریعے دریافت کیا گیا ہو۔ جانوروں کے یہ ڈھانچے بعض اوقات مکمل حالت میں حل شدہ مل جاتے ہیں لیکن بعض اوقات ان کے جسم کا کوئی حصہ مثلاً کھوپڑی یا کوئی ہڈی وغیرہ اور بعض اوقات جانوروں کے جسم کے نشانات یا قدموں کے نشانات جن کی مدد سے جانوروں کے جسم کی پہچان کی جاتی ہے۔ مشہور ترین فاسلز ڈائنوسارز کے ہیں۔ جو زمین پر پائے جانے والے سب سے بڑے جانور تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ان کے ڈھانچے کئی میٹر اور اسی طرح اونچائی بھی کئی میٹر معلوم ہوتی ہے۔ سب سے بڑا ڈائنوسار تقریباً 50 میٹر لمبا اور 15 سے 20 میٹر بلند تھا۔ یہ ڈائنوسار جو رینگنے والے جانوروں کے گروہ سا تعلق رکھتے تھے۔ بعد میں کسی نامعلوم وجہ سے ناپیدا ہو گئے اور آج کل ان کے ڈھانچے ان کے شاندار ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔ فاسلز کی عمر کا تعین کرنے کے لئے ہم جو عام طریقہ استعمال کرتے ہیں وہ ریڈیو ایکٹو کلاک کا طریقہ کہلاتا ہے۔ اور یہ چٹانوں میں پائے جانے والے مختلف عناصر کا دوسرے عناصر میں تبدیل ہونے کے لئے درکار وقت کی مناسبت سے ہوتا ہے۔

ماہنامہ خالد اور ماہنامہ تشحیذالاذہان ربوہ کے چندہ میں اضافہ

گذشتہ ایک لمبے عرصہ سے ماہنامہ خالد اور ماہنامہ تشحیذالاذہان کے کاغذ، کتابت، طباعت، بائنڈنگ وغیرہ کے اخراجات میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اپنی سالانہ اور ماہوار قیمت میں کمی کے باعث دونوں رسائل ایک عرصہ سے زیر بار چلے آرہے ہیں۔ ہماری ہر ممکن کوشش تھی کہ دونوں رسائل کی قیمت میں اضافہ نہ کیا جائے لیکن مجبوراً اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔

لہٰذا یکم نومبر 1991ء سے ماہنامہ خالد کی سالانہ قیمت 40 روپے اور ماہوار 4 روپے اور ماہنامہ تشحیذالاذہان کی سالانہ قیمت بھی چالیس روپے اور ماہوار 4 روپے مقرر کی گئی ہے۔ خریداران کی خدمت میں درخواست ہے کہ حسب سابق تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (مینیجر ماہنامہ خالد، تشحیذالاذہان ربوہ)

آؤ بچوں کراٹے سکھیں



وائٹ بیلٹ کورس نمبر 1

ابتدائی ورزشیں

پیارے بچوں اس قسط میں حسب وعدہ ہم کراٹے سیلف ٹریننگ کورس شروع کر رہے ہیں۔ یہ کورس کورین کراٹے (تائیکوانڈو) کی پہلی بیلٹ (وائٹ بیلٹ) کا ہے۔ بچو اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ جس ترتیب سے یہ ورزشیں آپ کو بتائی جائیں گی اسی ترتیب کے ساتھ آپ ان کو باقاعدگی کے ساتھ روزانہ کریں۔ ورزش کے لئے ایسے کپڑے پہنیں جن کی وجہ سے آپ کو ورزش کرنے میں آسانی ہو اگر آپ کے پاس تائی کوانڈو یونیفارم جو سفید رنگ کا ہوتا ہے ہو تو اچھا ہے اگر نہیں ہے تو کوئی سا ٹریک سوٹ استعمال کریں۔ وائٹ بلیٹ کا یہ کورس مندرجہ ذیل چیزوں پر مشتمل ہوگا۔

1۔ ابتدائی ورزشیں
2۔ ککس KICKS
3۔ بلاکس BLOCKS
4۔ BASIC FORM
5۔ TECHENIQ FORM
6۔ TAEKUQUE KATA
7۔ FOUR STEP SPRING

...ے ورزشیں شروع کرتے ہیں

...دوں کی مضبوطی اور لچک کے لئے

...نمبر 1۔

...نمبر 1 (الف) کی طرح سیدھا کھڑے ہو جائیں دونوں پاؤں ملے ہوئے ہوں دونوں ہاتھ کمر پر ہوں اب تصویر نمبر (ب) کو ...ہوئے گردن الٹے کندھے کی طرف جھکائیں اس کے بعد سامنے لائیں پھر سیدھے کندھے کی طرف جھکائیں بعد ...ردن کو پیچھے کی طرف کریں۔ پھر واپس تصویر نمبر (الف) کی حالت میں آ جائیں۔ یہ عمل 10 مرتبہ کرنا ہے۔ جس طرح ...پ نے یہ عمل الٹی طرف سے شروع کیا تھا اب اسی عمل کو سیدھی طرف سے شروع کریں اور یہ عمل بھی 10 دفعہ کرنا

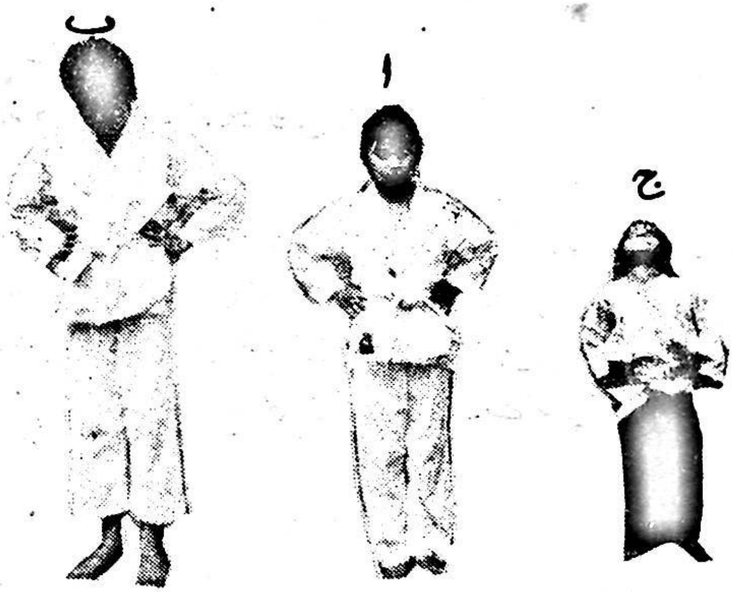


ورزش نمبر 1

...زش نمبر 2

...صویر نمبر 2 (الف) کی طرح سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ دونوں پاؤں ایڑی سے ملے ہوئے ہوں اور دونوں ہاتھ کمر پر ہوں اور

...ن سیدھی ہو اور اس میں کسی قسم کا خم نہ ہو اب پہلے تصویر نمبر (ب) کی طرح گردن میں خم پیدا کر کے آگے کو جھکائیں۔ ...دھڑ میں کسی قسم کی کوئی حرکت نہ ہو اب تصویر نمبر (ج) کی طرح گردن کو پیچھے کریں یہ عمل آگے پیچھے 10 مرتبہ آہستہ ...ہستہ کرنا ہے۔



ورزش نمبر2

ورزش نمبر3

تصویر نمبر3(الف) کی طرح سیدھے کھڑے ہوجائیں دونوں ہاتھ کمر پر ہوں اب تصویر نمبر(ب) کی طرح گردن کو پہلے الٹے کندھے کی طرف اس طرح جھکائیں کہ الٹا کان کندھے کو چھوئے پھر سیدھے کندھے کی طرف گردن کو اس طرح جھکائیں کہ سیدھا کان کندھے کو چھوئے یہ عمل دونوں طرف دس دس دفعہ کرنا ہے۔



ورزش نمبر3

باقی آئندہ

خبر نامہ تشحیذ

کم پانی استعمال کرنے والا شاور

نہاتے ہوئے ہم اتنا پانی استعمال کر جاتے ہیں جو حقیقت میں ہماری ضرورت سے بہت زیادہ ہوتا ہے اس طرح خواہ مخواہ پانی ضائع ہوتا ہے۔ چنانچہ پانی کی بچت کے لئے ایک جدید قسم کا شاور بنایا گیا ہے۔ اس کی اندرونی ساخت ایسی ہے کہ دوران غسل بہت کم پانی سے آپ کا جسم بھیگ سکتا ہے۔ شاور کی یہ خاصیت 70 فی صد پانی بچاتی ہے۔

خوبصورت مچھلی گھر مگر جگہ کا مسئلہ رنگ برنگی ننھی منی مچھلیاں سب کو بھاتی ہیں مگر ان کو رکھنے کے لئے جگہ کا مسئلہ ہوتا ہے امریکہ میں تیار کردہ ایکوریم نے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے ایک گیلن پانی کی گنجائش کے اس ایکوریم کو ہر جگہ دفتر، ڈرائنگ روم بچوں کے کمرے بیڈروم وغیرہ میں آسانی سے رکھا جاسکتا ہے۔ 110-120 وولٹ کا ائر پمپ ہر وقت پانی مچھلیوں کی زندگی کے قابل بنائے رکھتا ہے۔ ایکوریم کے اس جدید نمونے کی وجہ سے اب چھوٹے گھروں میں بھی ایکوریم رکھنے کا سوچا جاسکتا ہے۔

زلزلے کا الارم

زلزلے جب بھی آتے ہیں بے پناہ تباہی لاتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ زلزلہ کے آنے کا کوئی پتہ نہیں ہوتا اور بے خبری میں بے پناہ جانی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ چنانچہ زلزلوں کی اطلاع دینے کے لئے ایک چھوٹا سا تکون نما آلہ تیار کیا گیا ہے جس کا نام کویک اویک ہے۔ یہ زیر زمین آواز کی لہروں کے پست ارتعاش کا پتہ لگا لیتا ہے جو زلزلہ آنے سے پہلے پیدا ہوتی ہیں محض چالیس ڈالر قیمت کے الارم سے زلزلہ کے متعلق معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ کم از کم 5.5 رچر سکیل کے زلزلے کی اطلاع دیتا ہے۔

ہرفن مولا ریموٹ کنٹرولر

ٹی وی وی سی آر اور گھر کی دوسری برقی اشیاء کے لئے الگ الگ ریموٹ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس ریموٹ کنٹرولر سے آپ گھر کا ٹی وی، وی سی آر اور دوسرے انفراریڈ آلات آن اور آف کر سکتے ہیں اس کے علاوہ اس کے ساتھ ملنے والی

ایکس ٹین ماڈولس سے مکان کی بجلی کو بھی کنٹرول کر سکتے ہیں۔

فضائی آلودگی

اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ فضائی آلودگی کا ہے۔ ماہرین ماحولیات ہر وقت اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں مگر فضائی آلودگی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اس کا حل ایک آلے فضائی معطر کو صورت میں نکالا گیا ہے اس آلے میں موجود ایک اونچے وولٹ کا جنریٹر منفی آئن خارج کرتا ہے جو گرد تمبا کو دھوئیں اور دوسرے فضائی آلودگی کے چھوٹے ذرات کو ختم کر دیتا ہے اس آلے میں موجود ایک برق سکونی فضائی فلٹر آلودگی کے بڑے بڑے ذرات کو ختم کر دیتا ہے اس آلے میں ہوا کے دباؤ دو رفتار ہیں یہ 90 فیصد ہوا کو صاف اور فضائی آلودگی سے صاف کر دیتا ہے۔

ڈائی سیون

داغ دھبے جہاں بھی گرے ہوں برے محسوس ہوتے ہیں اور انکو صاف کرنا بھی بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ جرمنی کی ایک فرم نے ایسی چیز ایجاد کی ہے جس سے ہر قسم کے داغ دھبے سیکنڈوں میں صاف ہو جاتے ہیں۔ چاہے یہ داغ دھبے کپڑوں پر ہوں فرش پر ہوں یا پھر جسم پر کے کسی حصہ پر اور پھر کسی بھی چیز کے ہوں یعنی گریس، روشنائی چیونگم وغیرہ اس سے پل بھر میں صاف ہو جاتے ہیں یہ پیسٹ نما سفید مادہ۔ ڈائی سیون ہے جو ایک ٹیوب میں بند ہے۔ (محمد اقبال بھٹی)

اکیسویں صدی

اقوام متحدہ کے زیر اہتمام یوگوسلاویہ میں ہونے والی ایک کانفرنس میں بتایا گیا کہ بحر اوقیانوس کی سطح اکیسویں صدی میں اتنی بلند ہو جائے گی کہ وینس (اٹلی) اسکندریہ (مصر) سے ور اسپلائٹ (یوگوسلاویہ) جیسے خوبصورت شہروں کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ کہا گیا ہے کہ ہمارا سیارہ زمین گرم ہو رہا ہے جس کے باعث 2025ء تک حرارت کے باعث بحر اوقیانوس کی سطح 13 تا 55 سنٹی میٹر تک بلند ہو جائے گی۔ 2099ء تک یہ سطح دو میٹر بلند ہو جائے گی سمندروں کے بلند ہونے کا یہ عمل ساری دنیا میں ہوگا ہوا کا درجہ حرارت سمندر کے پانی کا درجہ حرارت بلند کر دے گا جس کی وجہ سے بحر اوقیانوس میں شدید طوفان اٹھیں گے۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب

نوبل انعام یافتہ ممتاز پاکستانی احمدی سائنس دان پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو جو امپیریل کالج لندن میں نظری طبعات کے پروفیسر بھی ہیں ان کو اعلیٰ سائنسی و ماحولیاتی خدمات کے اعتراف میں سر کا خطاب دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب آج کل اٹلی میں قائم بین الاقوامی مرکز برائے نظری طبعیات اور تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنس کے روح رواں ہیں۔

سب سے بڑا مفرد عدد

ریاضی دان سب سے بڑا مفرد عدد معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں مفرد اعداد وہ ہوتے

ہیں جو صرف ایک پر اور اپنے آپ پر تقسیم ہو سکیں اس عدد میں کل 65087 ہندسے ہیں گذشتہ ایک سال سے کمپیوٹر پر اس بات کی تصدیق کی جا رہی تھی کہ یہ عدد مفرد ہے بھی کہ نہیں یہ مفرد عدد سابقہ ریکارڈ سے 37 ہندسے زیادہ ہے۔

خلائی شٹل کا بچہ

امریکہ کے خلائی ادارے ناسا نے کچھ عرصہ پہلے نمائش کے لئے ایک نیا خلائی جہاز پیش کیا یہ جہاز خلائی شٹل سے ملتا ہے اس میں دس افراد کے آنے جانے کی گنجائش ہے۔ اس شٹل کے ذریعے مسافروں اور سامان کو خلا میں بھیجا جا سکتا ہے اس جہاز کے ذریعے خلائی پرواز پر آنے والا خرچ بہت کم ہو جائے گا۔

اوزون کی تہہ

اوزون ایک ہلکی نیلی گیس ہے یہ صحت کے لئے نقصان دہ مگر زندگی کے لئے مفید ہیں اوزون کی تہہ ہماری زمین سے 10 تا 30 میل بلندی پر واقع ہے یہ سورج سے آنے والی تابکار بالائے بنفشی شعاؤں کو روکتی ہے یہ ہلکی مقدار میں ہماری فضا میں موجود ہے یہ ہلکی مقدار میں سانس کے مریضوں کے لئے بہت فائدہ مند ہے لیکن زیادہ مقدار میں بہت خطرناک ہے۔ 1974 میں اوزون کی تہہ میں سوراخ دریافت کیا گیا جو کہ فیکٹریوں اور گاڑیوں سے نکلنے والے دھوئیں کے علاوہ دوسری قسم کی فضائی آلود گیوں سے ہوا ہے۔

آیئے سکواش کھیلیں

آصف محمود باسط

سکواش کے نام سے تو پاکستان کا بچہ بچہ واقف ہے کیونکہ اس میدان میں ہمارے ملک کے کھلاڑیوں نے ہمیشہ نمایاں کارکردگی دکھائی ہے۔ باوجود اس کے کہ حکومت پاکستان نے سرکاری سطح پر اس کھیل کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن پھر بھی اس کھیل کو بعض کھلاڑیوں نے بقائے دوام بخشا۔ ان میں ہاشم خان، روشن خان، جہانگیر خان اور جان شیر خان جیسے سکواش کے عظیم کھلاڑیوں کا تعلق ہمارے پیارے وطن پاکستان سے ہی ہے۔ ان کھلاڑیوں نے بڑے بڑے ریکارڈ قائم کئے جن کو ابھی تک کوئی توڑ نہیں پایا۔

گزشتہ دنوں سکواش کے بے تاج بادشاہ پاکستان کے جہانگیر خان نے دسویں بار مسلسل برٹش اوپن جیت کر ایک ایسا ریکارڈ قائم کیا جس کا ذکر نہ صرف پاکستان بلکہ تمام دنیا میں کھیل کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں جہانگیر خان نے خود ایک بہت ہی دلچسپ بیان دیا کہ

"میرا یہ ریکارڈ اگر کوئی توڑنا بھی چاہے تو اس صدی میں نہیں توڑ سکتا"

سکواش کی ابتداء

سکواش کی ابتداء کے بارے میں مختلف روایتیں ملتی ہیں اور اتنی تعداد میں ملتی ہیں کہ کچھ پتہ نہیں کونسی درست ہیں اور کون سی نہیں مگر ایک روایت جو بہت ہی دلچسپ ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کے نزدیک سکواش کی ابتداء دو قیدیوں نے اپنے قید خانے میں کی تھی آپ نے بھی دیکھا ہوگا سکواش کورٹ کی شکل واقعی کسی جیل خانہ سے ملتی ہے اس کے بارے میں بھی کچھ پتہ نہیں مگر عین ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو۔

پہلے بھی لوگ اس سے ملتی جلتی کھیل کھیلا کرتے

تھے۔ بعض دو کھلاڑی دیوار سے گیند مار کر کھیلا کرتے تھے مگر آہستہ آہستہ اس نے ایک باقاعدہ کھیل کی شکل اختیار کر لی۔ ایک باقاعدہ گیم کے طور پر اس کھیل کو سب سے پہلے انگلستان کے ایک سکول ہارو سکول میں 1850 میں کھیلا گیا یہ کھیل بہت جلد مقبول ہوا اور اب دنیا کے اکثر ممالک میں کھیلا جاتا ہے جن میں انگلستان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ بھارت، امریکہ، کینیڈا اور پاکستان سر فہرست ہے آج پاکستان کا جھنڈا ان سب ممالک سے بلند تر ہے۔

کھیل کا تعارف

سکواش ایک ریکٹ گیم ہے۔ یعنی اس کو بیڈمنٹن کے چھکوں سے ملتے جلتے چھکوں سے کھیلا جاتا ہے جنہیں ریکٹ کہتے ہیں اس کا ریکٹ مضبوط فریم اور تاروں کا بنا ہوتا ہے۔

اس کھیل میں ریکٹ کے علاوہ ربڑ کی ایک چھوٹی سی گیند استعمال کی جاتی ہے کورٹ کے چاروں طرف دیواریں بنی ہوتی ہیں۔ ان دیواروں کی مدد سے ہی کھیل کھیلا جاتا ہے۔ سکواش کورٹ کی لمبائی 9.75 میٹر اور چوڑائی 6.4 میٹر ہوتی ہے اس چار دیواری والی کورٹ کی چاروں دیواریں استعمال کی جاتی ہیں۔ کورٹ کے بالکل درمیان میں ایک لائن لگی ہوتی ہے۔ سروس ہمیشہ داہنے حصے سے کروائی جاتی ہے۔ سامنے کی دیوار پر دو میٹر کی اونچائی پر ایک لائن لگی ہوتی ہے۔ سروس کرانے کے لئے گیند کو اس لائن کے اوپر دیوار پر بائیں حصہ میں گرنا چاہیئے۔ گیند فرش پر اترنے سے پہلے اگر سائیڈ کی دیواروں کو چھوئے تو کوئی حرج نہیں ہوتا۔ اگر سروس اٹھانے والا گیند کو دوبارہ اچھلنے سے پہلے نہ اٹھا لے اور گیند کو سامنے والی دیوار پر بھی 48 سینٹی میٹر اونچی لائن کے اوپر تک نہ پہنچا دے تو پوائنٹ سروس کرنے والے کا ہوتا ہے۔ سکواش کے میچ اکثر پانچ گیموں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پانچ میں سے زیادہ جیتنے والا فاتح قرار پاتا ہے۔

خاوند گاڑی سے اترا تو اس کی بیوی نے استقبال کیا۔

خاوند نے کہا۔ "بیگم معاف کرنا میں تمہارے لئے وہ بندر نہیں لا سکا جس کا وعدہ کر گیا تھا"

بیوی نے کہا کوئی بات نہیں تم تو آ گئے ہو

ایک مقدمہ میں استغاثہ کے بیانات سننے کے بعد جج نے ملزم کے وکیل سے کہا اگر آپ چاہیں تو ملزم کو الگ لے جا کر اسے مزید کارروائی کے سلسلے میں مناسب مشورہ دے سکتے ہیں۔ یہ سن کر وکیل ملزم کے ساتھ لئے ایک طرف چلا گیا۔ چند لمحے بعد وہ اکیلا واپس آیا تو جج نے اس سے پوچھا ملزم کہاں ہے۔ تو وکیل نے جواب دیا وہ تو بھاگ گیا ہے میں اسے مناسب ترین مشورہ یہی دے سکتا تھا۔

نئے قلمکار

ادھر ادھر سے

یوں بھی ہوتا ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شہر مکہ سے باہر جانے والی ایک سنسان سڑک پر ایک بڑھیا گھریلو سامان کی دو گٹھڑیاں اٹھائے ہوئے گرتے پڑتے جارہی تھی اگرچہ سامان مختصر تھا اور سورج نکلے ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی مگر بیچاری بڑھیا گرمی اور تھکان سے نڈھال ہورہی تھی۔ کبھی کبھی کوئی شریر لڑکا پاس سے یہ کہتا ہوا گزر جاتا کہ مائی کھجوریں اور ستو ہیں تو ہمیں بھی دو بوجھ ہلکا ہوجائے گا۔ کسی اور لڑکے نے دیکھا تو بولا بڑی بی مجھے بھی اٹھالو بہت تھک گیا ہوں لیکن بڑھیا اپنے خیالات میں ایسی گم تھی کہ اس نے کسی بات پر دھیان نہ دیا بس چلتی گئی اتنے میں ایک سنجیدہ راہگیر کا ادھر سے گزر ہوا اس نے ایک ضعیفہ کو اس حال میں دیکھا تو لپک کر اسکے پاس پہنچا اور ہمدردی سے پوچھا بڑی اماں آپ کو کہاں جانا ہے لاؤ سامان میں اٹھالوں بڑھیا [illegible] احسان مندی سے اجنبی کو دیکھا اور سامان ا[illegible] پکڑاتے ہوئے بولی بیٹا مجھے فلاں جگہ جانا ہے [illegible] میرا جانا بھی بہت ضروری ہے۔

جب عورت کا بوجھ اس آدمی نے اٹھا[illegible] بیچاری کی جان میں جان آئی اور اب اس کے قدم [illegible] کچھ تیز اٹھنے لگے چلتے چلتے وہ خاصی دور نکل آ[illegible] یہاں تک کہ بڑھیا کے بتائے ہوئے مکان اور[illegible] وغیرہ نظر آنے لگے آخر ایک ٹوٹے پھوٹے مک[illegible] کے سامنے پہنچ کر عورت رک گئی اور بولی بیٹا [illegible] بس یہیں تک آنا تھا یہاں میرے رشتہ دار ر[illegible] ہیں جیو خوش رہو تم نے بڑی نیکی کا کام کیا۔ اجنبی نے جانے کی اجازت چاہی تو وہ بولی بیٹا ای[illegible] بات تو سنتے جاؤ میں بہت غریب عورت ہوں د[illegible] اور دینار نہیں کہ تمہیں انعام دوں ہاں ایک نصی[illegible] کرتی ہوں جو انمول ہے اسے پلے باندھ لو اور [illegible]

ے سنو آجکل مکہ شہر میں ایک جادو گر ہے جس کی باتیں سن کر لوگ اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر اسکے دین میں داخل ہو رہے ہیں اجنبی نے پوچھا اماں وہ جادو گر کہتا کیا ہے؟ بڑھیا بولی اے میاں کیا بتاؤں وہ کہتا ہے "ہبل لات منات یہ سب بیکار پتھر ہیں نہ ہمیں فائدہ دیتے ہیں نہ نقصان انکو پوجنا چھوڑ دو بلکہ ایک خدا کی عبادت کرو جس نے زمین آسمان اور ہر چیز کو پیدا کیا ہے وہ تمہیں فائدہ بھی پہنچا سکتا ہے اور نقصان سے بھی بچا سکتا ہے ہاں اور سنو وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جب ہم مر جائیں تو دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے وہ نیکی اور برائی کا بدلہ دے گا بیٹا یہ ہے نا عجیب بات ایمان بہت پیارا ہوتا ہے اس لئے میں یہاں بھاگ آئی ہوں کہ اس کے پھندے میں نہ پھنس جاؤں تم میری نصیحت یاد رکھنا اور اس سے بچنا۔

جوان راہگیر نے پوچھا بڑی اماں کیا تم اس جادو گر کو پہچانتی ہو؟ بڑھیا بولی نہیں مگر نام جانتی ہوں اسکا نام ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) راہگیر نے مسکرا کر فرمایا اے عورت محمد تو میں ہی ہوں اس نام کا کوئی اور آدمی نہیں حیرت سے عورت کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا بولی اچھ.... چھا سچ بیٹا تیرے جیسا شخص جادو گر نہیں ہو سکتا لوگ غلط کہتے ہیں۔ مجھے اپنے نئے دین میں شامل کر لو یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گئی۔

نماز کی لذت

بچو آج میں اس کہانی میں نماز کے متعلق اپنی سرگذشت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جب میں بہت چھوٹا سا تھا تو مجھے خود یا کسی کے کہنے پر پنجوقتہ نماز پڑھنے کا شوق پیدا ہوا تھا۔ تو میں دو تین دن خدا کے گھر کو خوب آباد کیا کرتا اور پھر نماز سے غائب ہو جایا کرتا۔

جب میں نے آٹھویں جماعت کے امتحان کی تیاری شروع کی اور اس کے بارے میں نے سن رکھا تھا کہ یہ بورڈ کا امتحان ہے اور بہت مشکل ہوتا ہے اور پھر میں نے سوچنا شروع کیا کہ کوئی ایسی ترکیب ہو جس سے میں کامیاب ہو جاؤں ہم اپنے ایک دوست کے پاس گئے انہوں نے ہمیں نماز ہی کی دعوت دی ہم نے خدا کے گھر کو آباد کرنا شروع کر دیا اور نتیجہ نکلنے تک آباد کرتے رہے۔ جب نتیجہ نکلا تو فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے اور اب تو دعا کرنے اور نماز پڑھنے کا ایسا چسکا لگ گیا کہ چھٹ ہی نہ سکا۔ اب میں نے دسویں جماعت کا امتحان دے دیا ہے اب اگر کوئی نماز باجماعت ادا نہ کر سکوں تو الگ نماز ضرور پڑھتا ہوں شروع شروع میں تو گھر والے کہتے تھے کہ جب اسکو کوئی کام بتایا جاتا ہے تو یہ نماز پر بھاگ جاتا ہے لیکن اب یہ حال نہیں میری بہنو اور بھائیوں سے بس یہی گذارش ہے کہ آپ صرف ایک یا دو ماہ نماز باقاعدگی سے ادا کریں پھر دیکھیں کہ نماز میں کیسی لذت اور سکون ہے اگر اس

کو آپ چھوڑیں گے تو آپ کی روح کو چین حاصل نہیں ہوگا۔

ٹونی کی عقلمندی

(رضوانہ رشید۔ ربوہ)

ٹونی، ٹونی بیٹے کہاں ہو تم؟ ٹونی کی امی ٹونی کو آوازیں دیتی ہوئیں آرہی تھیں۔ امی میں یہاں ہوں ٹونی دادا کے کمرے سے بولا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ ہر وقت یہاں بیٹھے رہتے ہو کبھی اپنے سکول کا کام بھی کیا کرو۔ اس کی امی اسے غصے سے مارتی ہوئی لیں اور دادا کے لحاف سے نکال کر لے گئیں۔ دادا کہتے ہی رہ گئے کہ بہو وہ بچارا ابھی آیا تھا۔ مگر اس گھر میں ان کی کون سنتا تھا۔ ٹونی ایک کھاتے پیتے گھرانے کا لڑکا تھا۔ اس کی عمر یہی کوئی نو دس سال ہوگی۔ وہ چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا اور بلا کا ذہین بھی۔ اور کے امی ابو اس سے بہت پیار کرتے تھے وہ اس کی ہر بات مانتے بھلا مانتے کیوں نہ وہ ان کی اکلوتی اولاد جو تھا۔ اسے اپنے امی ابو اچھے تو لگتے تھے مگر وہ جب بھی دادا کے پاس چلا جاتا اسکی امی فوراً آجاتیں اور اسے لے جاتیں اس وجہ سے اسے امی اچھی بھی نہ لگتیں وہ سوچتا رہتا کہ امی اسے دادا کے پاس کیوں نہیں بیٹھنے دیتیں۔ اس کی امی سے تو اس کے ابو بھی ڈرتے تھے۔ اس لئے جب کبھی بھی کوئی بات ہوتی تو امی کی ہاں سے ہاں ملاتے تھے اور اپنے باپ کی بے عزتی کو بھی گوارا کر لیتے تھے۔ نہ جانے وہ کیسے بیٹے تھے۔ جنہیں اپنے امی ابو سے پیار نہیں تھا۔ ٹونی کو یاد تھا جب ٹونی کی امی نے اس کے دادا سے لڑائی بھی کی تھی کہ انہوں نے اپنے پوتے کو نجانے کیا پٹی پڑھائی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ کھانا نہیں کھاتا اور نہ ہی ہمارے ساتھ سوتا ہے اور جب بھی ہم باہر جائیں تو یہ ضد کرتا ہے کہ دادا بھی ساتھ جائیں گے اس دن دادا بہت غمگین تھے اور انہوں نے نہ تو اسے کہانی سنائی تھی اور نہ اپنے ساتھ سلایا تھا۔ مگر وہ بھی بہت ضدی تھا اگلے دن اس نے دادا سے ضد کر کے کہانی سن کر ان کے پاس سویا تھا۔ ٹونی کو اپنے دادا سے بہت پیار تھا۔ اتنا کہ اسے دادا اپنے والدین سے زیادہ عزیز تھے اور ان سے جدا ہونا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ ٹونی کا چھوٹا سا ذہن اس قسم کے بے شمار سوالات سے بھرا پڑا تھا۔ کہ ابو جان امی سے کیوں ڈرتے ہیں اور اپنے باپ کی بے عزتی کیسے برداشت کر لیتے ہیں۔ دادا کی خدمت کیوں نہیں کرتے۔ ٹونی کی سالگرہ کی پارٹی ہر سال بڑی دھوم دھام سے ہوتی تھی۔ لہٰذا اس سال بھی اس کی سالگرہ کا دن قریب آرہا تھا۔ اور اس نئے جوتے کپڑے اور دوسری بہت سی چیزیں لے لی تھیں۔ اور کارڈ بھی چھپ گئے تھے اس نے امی سے ضد کر کے دادا کو بھی نیا سوٹ سلوا دیا تھا۔ جوں جوں دن گزرتے جا رہے تھے تو ایک انجانی سی خوشی اس میں بڑھتی جاتی تھی آخر سالگرہ کا دن آگیا۔ آج اس کی سالگرہ تھی وہ

بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ آج وہ پورے 10 سال کا ہوگیا تھا اس نے کیک کاٹا اور تمام مہمان بھی دوسری چیزیں اور کیک کھانے میں مصروف تھے اسکی امی نے دادا کو ایک پلیٹ میں کیک اور دوسری اشیاء ڈال کر دیں دادا اپنے کمرے میں تھے ٹونی انہیں لے کر ہال میں آگیا دادا کا بوڑھا جسم کانپ رہا تھا۔ اوپر سے دادا کو بھی دوسروں کی طرح کھڑا ہو کر کھانا پڑا رہا تھا۔ اچانک دادا کے ہاتھ سے امی کے نئے جاپانی سیٹ کی نازک سی پلیٹ گر کر ٹوٹ گئی ٹونی کی امی کو بہت غصہ آیا اور دادا کو ڈانٹا دادا خاموش کھڑے تھے۔ دوسرے دن گھر میں امی کے حکم سے دادا کے لئے لکڑی کی پلیٹ آگئی کہ دادا اب اس میں ہی کھانا کھایا کریں گے۔ ٹونی کو بڑا غصہ آیا مگر وہ خاموش رہا۔ دوپہر کا وقت تھا امی ابو سوئے ہوئے تھے کہ باہر صحن میں ٹھک ٹھک کی آواز آئی ٹونی کی امی باہر نکلیں دیکھا تو ٹونی ہتھوڑی کیل اور لکڑی کے چھوٹے بڑے ٹکڑے لئے صحن میں بیٹھا ہوا کیل کو لکڑی پر لگا رہا تھا۔ یہ کیا کر رہو ٹونی بیٹے اسوقت اسکے ابو بھی آگئے تھے ٹونی نے جلدی سے امی سے مخاطب ہو کر کہا امی جان میں ابو کے لئے ایک پیالہ بنا رہا ہوں امی اور ابو حیران رہ گئے اور کہا بیٹے ہوش میں تو ہو۔ اسکے ابو کی گھبرائی ہوئی آواز آئی ہاں ابو ہوش میں ہوں میں آپ کے لئے لکڑی کا پیالہ بنا رہا ہوں کل کو آپ نے بوڑھے بھی تو ہونا ہے۔ اس لئے میں اپنے ہاتھ سے لکڑی کا پیالہ بناؤں گا۔ ٹونی کے ابو ششدر رہ گئے اور آگے بڑھ کر ٹونی کو اٹھا لیا اور بولے میرے بیٹے تم نے میری آنکھیں کھول دیں ہیں بیٹے مجھے معاف کردو ٹونی بولا ابو آیئے دادا کے پاس چلتے ہیں اسکی امی اور ابو دادا کے کمرے میں گئے ابو دادا کے قدموں میں گر گئے دادا نے کہا شکر ہے ٹونی کی وجہ سے تمہاری آنکھیں کھل گئیں ہیں۔ اس کی امی بھی دادا سے معافی مانگ رہی تھیں دادا نے امی کو کہا کہ معافی اپنے پروردگار سے مانگو صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ (ایک انگریزی کہانی سے ماخوذ)

مسکراہٹ

(بشریٰ صدیقہ بٹ۔ تتلے عالی)

بزرگوں کا کہنا ہے کہ دنیا میں ایک ایسی چیز بھی موجود ہے جس کی کوئی قیمت نہیں یہ نہ تو خریدی جاسکتی ہے نہ زبردستی پیدا کی جاسکتی ہے اور نہ چرائی جاسکتی ہے اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میرا اشارہ مسکراہٹ کی طرف ہے۔ جو انسان کو سکھ اور سکون مہیا کرتی ہے۔ بہت سے چہرے مسکراہٹوں کا الگ الگ زاویہ پیش کرتے ہیں مثال کے طور پر کچھ لوگوں کے چہروں پر طنزاً یہ مسکراہٹ کا اظہار ہوتا ہے تو بعض لوگوں کی مسکراہٹ معنی خیز ہوتی ہے۔ اور کچھ ایسے لوگ ھیں جو دل کی گہرائیوں سے خوش ہوتے ہیں دراصل یہی

حقیقی اور سچی مسکراہٹ ہوتی ہے۔ یہ ٹھوس حقیقت ہے کہ اگر ہماری زندگی میں مسکراہٹ کا وجود نہ ہوتا تو یہ زندگی بے حد تلخ اور بدمزہ ہوتی مسکراہٹ آپ کو ذہنی طور پر تسکین دیتی ہے۔ آپ کے ذہن کو ہلکا پھلکا کرتی ہے۔ آپ کی خوش اخلاقی میں نمایاں مدد گار ہوتی ہے۔

ایک استاد کے چہرے پر مسکراہٹ بچے میں خود اعتمادی پیدا کرتی ہے ایک ڈاکٹر کے چہرے پر مسکراہٹ مریض کو پر امید بنا دیتی ہے والدین کے چہرے پر مسکراہٹ بچے کو پیار اور تحفظ کا احساس فراہم کرتی ہے۔ ایک دوست کی مسکراہٹ دوسرے دوست کو اسکے خلوص اور محبت کا پیغام دیتی ہے۔ آج کے مادی دور میں جہاں ہر طرف ہوس ہے حادثات ہیں دل کو پریشان کردینے والی فکریں ہیں ہم مسکراہٹ سے شادمانی پیدا کر سکتے ہیں۔

حاصل مطالعہ

(مبشر احمد مبشر)

احمد حربہ نے اپنے ایک پڑوسی سے جو آتش پرست تھا پوچھا تم آگ کو کیوں پوجتے ہو؟

اس نے کہا اس لئے کہ مجھے عذاب سے بچالے آپ نے فرمایا جو چیز اتنی کمزور ہے کہ اگر ایک بچہ اس پر پانی ڈال دے تو وہ بجھ جاتی ہے وہ تمہیں خدا کے عذاب سے کیسے بچا سکتی ہے۔ پھر فرمایا تم نے ستر سال تک اس کی پوجا کی ہے اور میں نے نہیں کی آؤ ہم دونوں اپنا اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے ہیں دیکھتے ہیں یہ تمہارا کتنا خیال رکھتی ہے؟ دونوں نے ہاتھ آگ میں ڈالے دونوں برابر برابر جلے اس بات کا آتش پرست کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

احسان کا بدلہ

(ظہیر احمد رانا علی پور چٹھہ)

ایک امیر آدمی کے پاس ایک حبشی غلام تھا۔ وہ غلام سارا دن کولہو کے بیل کی طرح کام میں جتا رہتا۔ اور شام کو گھر کی رکھوالی کرتا ایک دن اس غلام نے اپنے دل میں سوچا کہ کیوں نہ میں یہاں سے بھاگ جاؤں مالک ہر وقت مجھ سے کام لیتا رہتا ہے اور مرتا بھی ہے چنانچہ وہ رات ہونے کا انتظار کرنے لگا جب اسے یقین ہوگیا کہ سب سو چکے ہیں تو وہ سونے اور چاندی کی تمام زیورات ایک پوٹلی میں باندھ کر بھاگ گیا اور جنگل میں داخل ہوگیا ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اسے قریب ہی شیر کے دھاڑنے کی آواز آئی وہ فوراً درخت پر چڑھ گیا اس نے دیکھا کہ ایک شیر لنگڑاتا ہوا اس درخت کے پاس آرہا ہے ساتھ ہی ساتھ اگلا پنجہ بار بار زمین پر مار رہا ہے غلام نے سوچا صبح تک تو ویسے ہی مالک کے آدمیوں نے اسے پکڑ لینا ہے کیوں نہ اس شیر

کی مدد کر دؤ اگر ہلاک کر دے گا تو پھر کیا چنانچہ وہ درخت سے نیچے اترا مگر شیر نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ اپنا پنجہ آگے کر دیا غلام نے دیکھا کہ شیر کے پنجے میں ایک کانٹا چبھا ہوا ہے غلام نے دانتوں سے کانٹا باہر نکالا اور اپنی قمیض پھاڑ کر پٹی کر دی شیر شکریہ کی نظروں سے اسے دیکھنے لگا اور پھر جنگل میں غائب ہوگیا۔ غلام بھی جلدی جلدی جنگل پار کرنے لگا مگر امیر آدمی کے نوکروں نے اسے پکڑ لیا امیر آدمی نے اعلان کیا کیونکہ اس نے چوری کی ہے اس لئے اسے تین دن کے بعد سب کے سامنے بھوکے شیر کے سامنے ڈالیں گے۔ اس لئے جنگل سے شیر پکڑا گیا اور اسے تین دن بھوکا رکھا گیا چوتھے دن اسے ایک میدان میں لاکر غلام پر چھوڑ دیا گیا شیر ایک جست لگا کر غلام پر لپکا لیکن فوراً ہی اس کے پاؤں چاٹنے لگا امیر آدمی بڑا حیران ہوا اس نے غلام کو بلایا اور اسی سے پوچھا کہ شیر نے تمہیں کھایا کیوں نہیں۔ نوکر نے سارا واقعہ مالک کو بتایا امیر آدمی بہت خوش ہوا اور اسے آزاد کر دیا۔

علم و دانش

(کامران احمد - کراچی)

ایک بدنام شخص علم و دانش کی باتیں کر رہا ہے تھا۔ لوگوں نے اسکا مذاق اڑایا اور برا اور بدنام شخص ہے ہم تیری کیوں سنیں وہیں سقراط بھی موجود تھا اس نے کہا لوگوں یہ تم کیا کہہ رہے ہو یہ شخص جو بھی قیمتی باتیں کر رہا ہے انہیں غور سے سنو اور ذہن نشین کر لو اور غوطہ خور کے ذلیل ہونے سے موتی کی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

گل دوستی

(کامران احمد)

دنیا میں ہزارہا قسم کے پھول ہیں مگر لازوال مہک رکھنے والا دوستی کا پھول ہے۔ جس سے نگاہیں خیرہ اور دل مسرور ہو جاتا ہے اسکی نشونما کے لئے اعتماد و اعتبار اور خلوص بہترین کھاد کا کام دیتے ہیں۔

موٹی مرغی

(عطاء السلام)

ایک بڑھیا تھی۔ اس کے پاس ایک مرغی تھی مرغی ہر روز ایک انڈا دیتی تھی بڑھیا انڈے کھانے کی شوقین تھی مرغی جو انڈا دیتی بڑھیا اسے اسی روز چٹ کر جاتی۔

ایک روز بڑھیا نے سوچا کہ اگر میں مرغی کو زیادہ کھلاؤں تو وہ دو انڈے روز دی گی یہ سوچ کر اس نے مرغی کو پہلے سے زیادہ دانہ کھلانا شروع کر دیا آب مرغی نے ہر روز انڈا دینے کی بجائے تیسرے روز انڈا دیتی تھی

کچھ دن اور مرغی نے ڈربے سے باہر نکلنا چھوڑ دیا بڑھیا اسے باہر نکالتی مگر مرغی ہلنے کا نام نہ لیتی وہ کھا کھا کر بہت موٹی ہو گئی تھی کچھ دن بعد اس نے انڈا دینا بالکل چھوڑ دیا اور بے چاری بڑھیا کی وہی مثال ہوئی

آدمی کو چھوڑ ساری کو دھاوے
آدمی رہے نہ ساری پاوے

ہم لوگ

(کامران احمد - کراچی)

ہم میں سے ہر ایک کو لوگوں سے گلہ ہے۔ لوگ کسی کو ہنستا نہیں دیکھ سکتے۔ کسی کے دکھ درد میں شریک نہیں ہوتے زبانی دلداریاں کرتے ہیں ہوس کو محبت کا نام دیتے ہیں حق تلفیاں کرتے ہیں مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہیں زندوں کی قدریں نہیں کرتے مرے ہوؤں کو یاد نہیں کرتے۔ ناقابل اعتبار ہیں کھوٹے ہیں لوگ ظالم ہیں بہانہ چاہتے ہیں۔ قاتل ہوتے ہیں لٹیرے ہوتے ہیں۔ عزتیں بیچتے اور خریدتے ہیں۔ سماج کے کرتا دھرتا ہیں سہارا چھینتے ہیں تماشہ دیکھتے اور دکھاتے ہیں زخم دیتے ہیں گھر اجاڑتے ہیں رسوا کرتے ہیں قید کرتے ہیں اصولوں کو یہ لوگ نہ ہوں تو برا من ہو جائے لیکن آخر یہ لوگ ہیں کون ؟
ان کو اپنے سے الگ کر دیجیئے۔

خود اعتمادی

(انجم سہیل - کراچی)

یہ ہماری کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ اس تہذیب و تمدن ترقی اور نئی روشنی کے دور میں ہم نہیں جانتے کہ ہماری سب سے بڑی دولت سب سے بڑی نعمت خود اعتمادی ہے اور دنیا میں ایسی راہیں ایسے طریقے موجود ہیں جن پر عمل کرکے اس نعمت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ہماری تہذیب کتنی پیچھے ہے کہ ہمارے طلبا تعلیمی درسگاہوں میں دنیا کی ساری حماقتیں سیکھتے ہیں لیکن یہ نہیں سیکھتے کہ ان میں خود اعتمادی کا جوہر جو دنیاوی کامیابی کے لئے لازمی ہے۔ کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ میرے خیال میں جو اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا وہ سب سے بڑا جاہل ہے۔

کرکٹ بیٹ

(خالد احسن)

آج کل ہمارے ملک میں کرکٹ کا اتنا شوق ہے کہ بچوں نے میدان چھوڑ کر سڑکوں تک پر کرکٹ کھیلنی شروع کر دی ہے ہر چھوٹے بڑے کے ہاتھ میں کرکٹ بیٹ نظر آتا ہے اس لئے یہاں اس کے بنانے کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں

ہوگا۔

مشینوں کے اس دور میں بھی بعض چیزیں ایسی ہیں جو ہاتھ سے بنائی جاتی ہیں ہاتھ کی بنی ہوئی بعض چیزیں اب بھی پسند کی جاتی ہیں۔ کرکٹ بیٹ ایسی ہی ایک چیز ہے جس پر کہیں بھی مشین کا سایہ نہیں پڑتا اسے شروع سے آخر تک ہاتھ سے تیار کیا جاتا ہے یہاں ہماری مراد معمولی بلّوں سے نہیں جو ہر کس ناکس کے ہاتھوں میں نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان عمدہ بیٹوں سے ہے جو طویل تجربے، انفرادی قابلیت اور ہنر مندوں کی پیداوار ہوتے ہیں۔

کرکٹ بیٹ بیر کی لکڑی سے تیار کئے جاتے ہیں لیکن اس کی ایک خاص قسم اس کام کے لئے موزوں ترین سمجھی جاتی ہے۔ جب اس درخت کی عمر تقریباً پندرہ سال ہو جاتی ہے جب اس درخت کو کاٹا جاتا ہے کاٹنے کے لئے خزاں کا موسم زیادہ موزوں خیال کیا جاتا ہے۔ جب درخت کا رس اس کے تنے سے اتر جاتا ہے۔ گرانے کے بعد تنے کو چھوٹی چھوٹی آریوں سے کاٹ کر اس سے 28 انچ کے گولے بنا لئے جاتے ہیں۔ فیکٹری میں ان کی چھال اتار کر ان کو مقررہ سائز کے ٹکڑوں میں کاٹ لیا جاتا ہے جن سے بعد میں بیٹ تیار کئے جاتے ہیں۔ ان ٹکڑوں کو فیکٹری کے صحن میں جمع کر دیا جاتا۔ اٹھارہ مہینے اسی طرح گذر جاتے ہیں اور یہ ٹکڑے ہر قسم کی آب وہوا اور ہر قسم کے موسم کا مقابلہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہر ٹکڑے کو چھیل کر بیٹ کی ابتدائی شکل دی جاتی ہے ہر کام چھوٹے چھوٹے کلہاڑوں اور چھریوں سے کیا جاتا ہے جن کے دو دستے ہوتے ہیں تجربہ کار لوگ بیٹ کی آخری شکل نگاہ میں رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ کسی بھی مقام پر مشین کی مدد نہیں لی جاتی۔

اس کے بعد یہ بیٹ ایک دوسری کے اوپر سوکھنے کے لئے رکھ دیئے جاتے ہیں ایک سال تک وہ اسی طرح پڑے رہتے ہیں جب وہ وہاں سے اٹھائے جاتے ہیں تو ان کی جگہ تازہ بیٹ آجاتے ہیں اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا ہے۔

بیٹ سازی میں اہم ترین اوزار وہ چھری ہے جس کے دو دستے ہوتے ہیں ماہر کاریگر لکڑی کے ان ٹکڑوں کو نہایت صفائی سے چھیلتے ہیں اور ان کا رخ دیکھ یہ طے کرتے ہیں کہ کس طرف دستہ جوڑا جائے اور اس طرف بلیڈ کا چوڑا سرا رکھا جائے۔

یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد بیٹ کو اچھی طرح دبا دیا جاتا ہے تاکہ وہ مضبوط ہو جائے اور گیند کی چوٹ اچھی طرح برداشت کر سکے یہاں بھی تجربہ کار لوگ یہ کام سرانجام دیتے ہیں وہ یہ طے کرتے ہیں کہ ہر بلیڈ پر کتنا بار ڈالنا چاہیئے وہ لکڑی کو اپنی انگلیوں سے دبا دبا کر ہی اس کا صحیح اندازہ کر لیتے ہیں فو بیٹ ابھی نرم، ملائم اور کھوکھلے جیسے تھے وہ اس مرحلے کے بعد سخت مضبوط اور پائدار بن جاتے ہیں۔ تمام بلیڈوں کو ان کی مضبوطی، نفاست اور خوبی کے اعتبار سے مختلف اقسام میں تقسیم

کر دیا جاتا ہے اس دستہ لگانے کا کام آتا ہے۔ دستہ بھی بید کی لکڑی سے تیار کیا جاتا ہے لیکن یہ ذرا مختلف قسم کی لکڑی ہوتی ہے اس کو اچھی طرح سکھا کر کاٹا جاتا ہے پھر ان کو آپس میں ملا کر دستہ تیار کیا جاتا ہے۔ دستہ کے درمیان میں ربڑ کے ٹکڑے بھی استعمال ہوتے ہیں تاکہ دستے میں لچک پیدا ہو جائے۔

اس کے بعد ایک اور کاریگر جسے ہنیڈلر کہتے ہیں آٹھ انچ کی ایک چھینی سے بلیڈ میں وی شکل کا ایک شگاف ڈالتا ہے اور اس میں دستہ فٹ کر دیتا ہے یہاں پر گوند استعمال کی جاتی ہے

بیٹ کو پھر فنشر کے پاس بھیجا جاتا ہے بیٹ کی دوسری طرف اس کے دستخط ثبت ہوتے ہیں جو اس بات کی ضمانت ہوتے ہیں کہ اس بیٹ کو ہر طرح اچھا بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

صفائی کے بعد بیٹ کو پالش کیا جاتا ہے یہاں بھی کاریگر اپنی مہارت کا ثبوت دیتا ہے اور اس طرح پالش کی جاتی ہے کہ بیٹ کی عمدگی میں کوئی فرق نہ آئے پھر بیٹ کی سطح کو چکنا کیا جاتا ہے اس کے لئے صرف اور صرف ہرن کی ہڈی استعمال کی جاتی ہے بعد ازاں بیٹ کے دستہ پر دھاگا لپیٹا جاتا ہے۔ اور ماہر کاریگر دوبارہ اس کو جانچتے ہیں کہ آیا تیارہ شدہ بیٹ میں کوئی نقص تو نہیں رہ گیا۔

آخر میں تمام بیٹ اسٹاک روم جاتے ہیں جہاں انہیں مختلف اقسام میں تقسیم کر دیا جاتا ہا یہاں پر بنانے والی فرم اور کارخانے کا نام وغیرہ ڈالا جاتا ہے اور پھر مختلف مقامات پر بھیج دیا جاتا ہے۔

جون پور کا قاضی

(محمد آصف درد)

گاؤں کے مولوی صاحب گدھوں کو آدمی بنا لیتے ہیں وہ بہت ہی ہوشیار آدمی ہیں۔ ہمارے کوئی اولاد نہیں ہے کتنی اچھی بات ہو اگر ہم اپنے گدھوں میں سے ایک کو آدمی بنوا لیں دھوبی کی بیوی بولی ہاں واقعی کتنی اچھی بات ہے ہمارا بڑھاپا ہے گھر کی دیکھ بھال کرنے کو بھی کوئی نہیں ہے۔ ہمارے پاس تو گدھے بہت سے ہیں۔ تم کوئی گدھا مولوی صاحب کے پاس کیوں نہیں لے جاتے۔ دوسرے دن دھوبی مولوی کے پاس گدھا لے گیا اس نے سلام کیا اور درخواست کی۔ مولوی صاحب میرے ہاں کوئی لڑکا نہیں ہے۔ اگر آپ میرے گدھے کو انسان بنا دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ مولوی صاحب چونک پڑے اور بولے تم کیسی بے وقوفی والی باتیں کر رہے ہو کیا تمہارا گدھا آدمی بن سکتا ہے دھوبی بولا اس طرح اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش نہ کریں۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ آپ گدھے کو آدمی بنا دیتے ہیں خدا کے لئے میرے گدھے کو آدمی بنا دیں۔

مولوی صاحب کی دھوبی کے سامنے ایک نہ

چلی مگر مولوی صاحب تھے بڑے عقل مند سمجھ گئے کہ دھوبی بالکل بے وقوف ہے اس پیچھا چھڑانا آسان نہیں مولوی صاحب بولے اچھا سنو میرے دوست گدھے کو آدمی بنانا کوئی آسان کام نہیں بڑی محنت کرنی پڑے گی۔

دھوبی نے مولوی صاحب کو گدھے کے اخراجات کے لئے دو سو روپے دئے مولوی صاحب نے کہا تم گدھے کو صحن میں باندھ دو اور چھ مہینے کے بعد آنا۔

جب مہینے گزر گئے۔ ایک دن دھوبی پھر مولوی صاحب کے پاس گیا۔ مولوی صاحب نے دیکھتے ہی کہا میرے دوست تمہارا گدھا تو بڑا ہوشیار آدمی بن گیا ہے۔ اب وہ جون پور میں قاضی ہے تم اس سے وہیں جا کر ملنا۔ دھوبی بولا میں اسے کیسے پہچانوں گا۔ مولوی صاحب بولے وہ بورا لے جانا جس میں موتی دانا کھایا کرتا تھا۔ دھوبی بورا لے کر جونپور کی طرف پڑا۔ جب وہ جون پور پہنچا تو قاضی صاحب کو عدالت میں بورا دکھایا دھوبی نے دور سے قاضی کو بورا دکھایا۔ قاضی نے بورا دکھانے کا سبب پوچھا دھوبی غصہ سے بولا ناشکرے تو کیسی باتیں کرتا کر رہا ہا اپنے مالک کو نہیں پہنچانتا یہ وہ بورا ہے جس میں تو بروزانہ دانا کھاتا تھا۔ میں نے تجھے گدھے سے آدمی بنوالیا۔

قاضی نے جب دھوبی کی باتیں سنیں تو وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی بہت ہی بے وقوف آدمی ہے۔ اپنی بے عزتی کے ڈر سے بہت سا روپیہ دیا اور سمجھا دیا کہ اب یہاں نہ آنا ورنہ عدالت کے سپاہی پکڑلیں گے۔ (ماخوذ)

محاروں کی زبان میں

عامر شیرازی

ایک دن اپنے کمرے میں بیٹھا خیالی گھوڑے دوڑا رہا تھا کہ کہیں سے چار پانچ دوست آن ٹپکے اور لگے کرنے نصیحتیں کیا ہاتھ دھرے بیٹھے ہو کوئی تو ایسا کام کرو جس سے چار لوگوں میں نام پیدا ہو فوراً خیال آیا کہ اگر "تشحیذ" کے لئے کچھ لکھ ڈالوں تو وارے نیارے ہو جائیں

ادھر تشحیذ والے مضمون چھاپیں گے ادھر اپنی شہرت کو چار چاند لگ جائیں گے سو اسی وقت کیل کانٹے سے لیس ہو کر لکھنے بیٹھ گیا مگر اس کمبخت نیند کا کیا کریں یہ تو سولی پر بھی آ جاتی ہے ابھی سر نیچے ہی کیا تھا کہ ایک زور دار طمانچہ بھر پور قوت کے ساتھ نازک سے گال پر آ کر لگا اور دن میں تارے نظر آنے لگے۔ غور کیا تو وہی چار پانچ دوست آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھور رہے تھے ان میں سے پانی پینے کا بہانہ کیا اور کچن میں آ دھمکا۔ پیٹ میں تو چوہے دوڑ رہے تھے اچانک نظر سوکھے بن پر پڑی جو اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔ اسے صاف کیا اور چٹ کر گیا۔ لیکن یہ تو اونٹ کے منہ میں زیرے والی بات تھی۔ جیب کو دیکھا تو کچھ گرم محسوس ہوئی

امینی صاحب کی دوکان کو سدھارے تو راستے میں کاشف سے ملاقات ہو گئی۔ ابھی ملنے بھی نہ پائے تھے کہ ظہور بھی آدھمکا لیکن ان کی آپس میں نہ بنتی تھی باتوں باتوں میں کاشف نے ظہور پر طنز کا تیر چلایا ظہور نے بھی اسے بے بھاؤ کی سنائیں جونہی کاشف نے ظہور پر زبان طعن دراز کی تو اس کا غصہ بھی آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے کاشف کو آڑے ہاتھوں لیا اور کہا مجھ سے تین پانچ مت کرو۔ میں تمہیں ایسا ہاتھ دوں گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔

میں نے کاشف سے کہا کیوں یار ایک ہی کلاس میں پڑھتے ہو مستقبل کے معمار ہو لوگ کیا کہیں گے مگر اس نے میری نصیحت کو ایک کان سے سنا اور دوسرے سے اڑا دیا۔ کچھ بن نہ پڑا تو کاشف ظہور کو برا بھلا کہنے لگا تو وہ پہلے ہی غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا اور ویسے بھی وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا عادی ہے اس لئے اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ ایک تھپڑ کاشف کے نرم و نازک گال پر جڑ دیا دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی میں تو اس خیال میں کہ میں کہیں گیہوں کے ساتھ گھن بھی نہ پس جائے الگ کھڑا رہا مگر جب معاملہ حد سے بڑھنے لگا تو میں بھی آستینیں چڑھا کر کود پڑا اور بیچ بچاؤ کرایا جب معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا تو فاروق بھی ہمدردی جتانے کے لئے دخل انداز ہوا اس وقت میں آپے سے باہر ہو گیا اور فاروق کو کھری کھری سنائیں اور ان دونوں سے کہا کہ تم بھی عقل کے ناخن لو اور نو دو گیارہ ہو جاؤ اور آئندہ لڑنے کی کوشش نہ کرنا تم سب مومن ہو ہونے کی حیثیت میں آپس میں بھائی بھائی ہو وہ تو چمپت ہو گئے اور آخر میں بھی گھر کی طرف روانہ ہوا ابھی چند قدم چلا ہوں گا کہ میرے چند دوست آتے دکھائی دیئے ان کے ہاتھوں میں مالٹوں کی ٹوکریاں تھیں دل نے کہا وہ مارا اور سوچا کہ یار بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لو مگر وہ بھی ایسے تیز نکلے کہ صاف کنی کترا کے نکل گئے مجبوراً خود ہی پھلوں کی دکان پر جا پہنچا وہاں تازے موٹے موٹے کینو دیکھ کر رال ٹپک پڑی جب کہنے کے مطابق دوکاندار نے دو درجن کینو میرے سامنے رکھے تو دل کی کلی کھل گئی ابھی ایک پھانک ہی حلق سے نیچے اتری تھی کہ دو تین دوست اور آن ٹپکے انہیں دیکھ کر تو بس میری جان ہی نکل گئی۔ مفلسی میں آٹا گیلا مرتا کیا نہ کرتا ان کو بھی دعوت دینا پڑی وہ تو جیسے پہلے ہی اس تاک میں تھے ایک ہی حلے میں انہوں نے صفایا کر ڈالا وہاں سے نکلا اور تیر کی طرح سیدھا اپنے کمرے میں پہنچا تو عجیب ہی ماجرہ تھا میرے دوست وہاں میرے انتظار میں جماہیاں لے رہے ہیں مجھے دیکھتے ہی مجھ پر ٹوٹ پڑے پھر نہ پوچھئے کہ کیا ہوا۔ (بس محاورے ختم ہو گئے اور کیا ہوا؟)

بہادر ماں کے بہادر بیٹے

(سجاد سعید ملک)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام

کے عہد میں جو لڑائیاں دشمنوں سے ہوئیں ان میں بیویاں اپنے شوہروں کے ساتھ مائیں اپنے بیٹوں کے ساتھ اور بہنیں اپنے بھائیوں کے ساتھ نقاب منہ پر ڈالے شریک جہاد ہوتی رہیں۔ وہ مردوں کے دل بڑھاتی رہیں زخمیوں کو پانی پلاتیں، اور مرہم پٹی کرتیں اور موقع ملنے پر خود بھی دشمنوں پر شیر نیوں کی طرح ٹوٹ پڑتیں۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں جو ایرانیوں سے جنگ قادسیہ میں ہوئی اس میں حضرت خنساء مشہور صحابیہ اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ موجود تھیں آپ نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا بیٹو خدا کی قسم تم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو تمہارے حسب و نسب میں کوئی نقص نہیں ہے تم چاروں بھائی ایک جان ہو کر دشمنوں کی فوج میں گھس جاؤ اور ان کی سرداروں کو چن چن کر قتل کرو تاکہ لڑائی کا جلد خاتمہ ہو۔ اگر تم میرا کہنا مانو گے تو دنیا اور آخرت میں نام پاؤ گے بیٹوں نے ماں سے کہا ماں تیرے حکم پر ہماری جانیں قربان وہ چاروں ماں سے اجازت لے کر لڑائی میں کود پڑے جو ان کے مقابل آتا جان سلامت نہ لے جاتا بہت سے سرداروں کو انہوں نے ہلاک کیا آخر لڑتے لڑتے سب شہید ہو گئے۔

ماں نے جب ان کی شہادت کی خبر سنی تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کے بیٹے اس کا حکم مان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق جنت کے مستحق ہوئے اور دعا کی یا اللہ مجھے ان سے جنت میں ملا۔

دوستی

(شکیل احمد ناصر۔ صدر شمالی)

مری میں دو دوست رہا کرتے تھے۔ ایک کا نام قیصر اور دوسرے کا نام طارق تھا۔ قیصر بہت امیر تھا اور طارق کے والد معمولی کلرک تھے۔ ایک دفعہ قیصر نے طارق سے کہا طارق اگر تم میرے دوست ہو تو مجھے ایک سرخ گلاب لا کر دو۔ طارق دل ہی دل میں بہت پریشان ہوا۔ مگر اس نے حامی بھر لی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ برف باری کا موسم ہے۔ اور آج کل سرخ چھوڑ کوئی سفید پھول بھی نہیں ملتا۔ مگر وہ ایک اچھا دوست ہونے کی حیثیت سے انکار بھی نہ کر سکا۔ چنانچہ وہ سخت برف باری کے موسم میں سرخ گلاب کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اس نے مری کے تمام باغیچے چھان مارے آخر تھک ہار کر وہ ایک باغ میں جا بیٹھا۔ اس کی نظر ایک بڑے اور صحت مند گلاب کے پھول پر پڑی۔ مگر اس کا رنگ بھی سفید تھا۔ اس باغ میں وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ گا۔ اس نے سوچا میرے دوست نے مجھے ایک پھول لانے کو کہا اور میں وہ بھی نہ لا سکا۔ یہ سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نجانے کب اس کو نیند کی دیوی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

صبح اس کی آنکھ بلبل کے سوز بھرے گیت

پر کھلی۔ بلبل بولا میں سب کچھ جانتا ہوں تم فکر نہ کرو کل صبح تک تمہیں سرخ گلاب کا پھول مل جائے گا۔ تم کل رات اسی درخت کے نیچے آکر سو جانا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا صبح جب وہ اٹھا تو اس کے سامنے سرخ گلاب موجود تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا اچانک اس کی نظر اوپر اٹھ گئی وہاں پر بلبل موجود تھا مگر زندہ نہ تھا۔ بلبل نے اپنے سینے میں کانٹا چبھو کر اپنے خون سے سفید گلاب کو سرخ کر دیا تھا۔ طارق کو بڑا دکھ ہوا اس نے بلبل کو ایک جگہ مٹی کھود کر اس میں دبا دیا اور پھول لے کر اپنے دوست قیصر کے پاس پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ قیصر اپنے دوستوں کے ساتھ رنج کھیل رہا تھا۔ اس نے جب اسے پھول دیا تو اس نے اسے کہا میں اسے کیا کروں اور پھول پکڑ کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ طارق کو بڑا دکھ ہوا وہ دیوانہ وار کھڑکی سے باہر کی طرف لپکا مگر اسی وقت ایک تیز رفتار کار اس پھول کو روندتی گزر گئی اور طارق کی آنکھوں میں آنسوؤں کے تار بند گئے!!!!!! (مرکزی خیال انگریزی نظم سے لیا گیا ہے)

لائق یا نالائق

(عزیز الرحمان میرپور)

بانس جتنا لمبا ہو گیا ہے لیکن کھوپڑی میں عقل کوڑی برابر بھی نہیں۔ مسعود کی کسی بات پر جل کر امی نے کہا۔ عقل بھی آجائے گی ابھی عمر ہی کیا ہے۔ خالہ جان کی سفارش پر مسعود نے خوشی سے کہا یہ بات ذرا اچھی طرح سمجھا دیجیئے خالہ جان

بیٹے تمہارے بھلے کو ہی کہتی ہوں کوئی دشمن تو نہیں تمہاری۔

پھر تو انہیں میرا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھ کر خوش ہونا چاہیئے مسعود نے کہا۔

سن لیجیئے آپا نہ اٹھنے بیٹھنے کی تمیز نہ کھانے پینے کا سلیقہ نہ کسی کی بات توجہ سے سنتا ہے اور نہ کسی کی نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ کا اثر لیتا ہے امی نے خاصی برہمی سے کہا۔

انسان جوں جوں بڑا ہوتا ہے تو اس میں وقار اور عزت کی خواہش بھی جاگتی ہے گھر والے میری عزت نہیں کرتے تو اس میں میرا قصور ہے یا ان لوگوں کا مسعود نے بڑی معصومیت سے جواب دیا

دیکھ لیجیئے ایسی ہی باتیں کر کے میرا دل جلاتا ہے امی نے پھر شکایت کی۔

بس اب نصیحت کا پٹارہ بند بتایئے کھانے کو کیا ہے مسعود نے امی کے قریب ہوتے ہوئے کہا کھانے کو کچھ بھی ہو فوراً کھاؤ اور جا کر پڑھائی کرو سمجھے خبردار جو سونے کا نام لیا۔ پھر خالہ جان نے بھی قدرے نرم لہجے میں کہا۔

ارے خالہ جان آپ نے بھی گھر والوں کا تکیہ کلام سیکھ لیا ہر ایک زبان پر پڑھائی کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں کچھ کام کی بات کیجیئے پورے چاند کی اتنی خوبصورت رات ہے دوستوں نے پک نک کا پروگرام بنایا ہے ارے بے فکر امتحان سر پر آرہا

ہے دو سال سے ایک ہی مضمون میں فیل ہو رہا ہے تجھے کچھ فکر بھی ہے۔ اب میں کیا فکر کروں آپ لوگ جو سب فکر کرنے کو موجود ہیں وہ اٹھا اور باورچی خانے کی طرف چلا گیا۔

بڑی ترنگ میں گنگناتے ہوئے جونہی مسعود نے دالان میں قدم رکھا باجی لپک کر اس کے پاس آئیں اور آہستہ سے بولیں خاموشی سے اپنے کمرے میں جاؤ اور مطالعہ کرنے بیٹھ جاؤ خیریت گذری کے آج ابا جان نے تمہارے بارے میں دریافت نہیں کیا وہ سمجھ رہے ہیں کے تم پڑھائی میں ہمہ تن مصروف ہو۔

خدایا ابا جان کو میری طرف سے آج سے یوں ہی بھول دے وہ بڑی ادا سے دعا مانگنے لگا۔ باجی کو بھی ہنسی آگئی۔ نالائق جاؤ فوراً پڑھنے بیٹھو ابا جان اپنی خواب گاہ جاتے ہوئے تمہارے کمرے میں ضرور جھانکیں گے۔ باجی نے پیش گوئی کی اور وہ مسکراتا ہوا اپنے کمرے میں مڑ گیا۔

مسعود کو اس وقت اپنے دوست کی بہن کی شادی میں جانا تھا مگر ابا جان نے اس کے گھر سے نکلنے پر پابندی لگا رکھی تھی کہ وہ امتحان تک کہیں نہیں جائے گا۔ مگر مسعود نے موقع غنیمت جان کر امی جان پر اپنی ترکیب استعمال کرنا شروع کر دی امی پیاری امی میں ابا جان کی واپسی سے پہلے گھر آجاؤں گا۔

یہ تو ممکن ہی نہیں امی نے سختی سے کہا امی آپ مجھ سے قسم لے لیں جو آج کے بعد دوبارہ گھر کے باہر قدم رکھوں اور آپ دیکھیئے گا اتنی محنت کروں گا کہ پوری کلاس میں فسٹ آؤں گا۔

پس اسی بات پر امی کو ہاں کہنا پڑی اور مسعود فوراً گھر سے نکل گیا کہ کہیں یہ فیصلہ واپس نہ لے لیا جائے۔ جس وقت وہ واپس لوٹا تو ابا جان واپس آچکے تھے مسعود نے باجی کے کمرے کو پناہ گاہ بنایا۔

باجی بندہ آپ کو سلام کہتا ہے اس نے جھک کر کورنش بجالانے کے انداز میں کہا۔ ہم بھی آپ کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو ابا جان کے غیظ و غضب سے بچائے۔ باجی نے اسی انداز میں کہا ابا جان کو میرے جانے کا علم ہو گیا۔

یہ تمہاری آنکھ مچولی ان سے کب تک چھپی رہ سکتی ہے۔ باجی نے بدستور آئینہ دیکھتے ہوئے کہا خیر چھوڑیئے ان باتوں کو مجھے بھوک بڑی تیز لگی ہوئی ہے۔ اس نے بے زاری سے کہا۔

فی الحال تو کھانے کا کچھ بندوبست نہیں ہو سکتا کیونکہ ابا جان باورچی خانے کے قریب ہی کھڑے ہیں امی ان سے گفتگو کر رہی ہیں باجی نے انکشاف کیا۔

اچانک مسعود کی نظر ٹیبل پر رکھے ٹفن بکس پر پڑی جس میں ثمینہ کے لئے اسکول کا کھانا رکھا ہوا تھا۔ مسعود نے لپک کر اسے اٹھا لیا واقعی اللہ سبب الاسباب ہے وہ ڈبا کھول کر بولا

ارے میرے اسکول کا ناشتہ دان ثمینہ چھیننے کے لئے جھپٹی تو مسعود نے فوراً ڈبہ چھپا لیا اور لقمہ چباتے ہوئے بولا بڑی بے رحم ہو میں اسکول میں کیا کھاؤں گی ثمینہ نے کہا بھائی کے لئے ایک وقت

نہ کھاؤ گی تو کیا تیرا کیا بگڑ جائے گا۔

آپ خود بھگتئے ہم کیوں سزا اٹھائیں آپ کے لئے ثمینہ نے بے دردی سے کہہ دیا چپ بے ہودہ باجی نے ثمینہ کو ڈانٹا شاید انہیں مسعود پر رحم آ گیا تھا۔

ثمینہ مسعود کا منہ دیکھتی رہ گئی۔ ویسے بھی باجی بڑی رحم دل تھیں بظاہر وہ سخت گیر بننے کی کوشش کرتیں تھیں مگر ان کا دل جلدی موم ہو جاتا تھا۔ اسی وقت قدموں کی آہٹ ہوئی شاید ابا جان ادھر ہی آ رہے تھے باجی گبھرا کر دروازے میں چلی گئیں اور ثمینہ کو بھی باہر آنے کو کہا تاکہ ابا جان کمرے میں نہ آ جائیں اور مسعود کو نہ دیکھ لیں لیکن باجی کی تنی کوشش کے باوجود ابا جان کمرے میں آ گئے شاید وں نے مسعود کی آواز سن لی تھی۔

اچھا تو آپ آ گئے برخوردار؟

جی ہاں اسلام علیکم

خوش رہو عمر دراز ہو کب آئے جی.....

بس ابھی وہ قمیض کے بٹن درست کر کے دوبارہ کھانے بیٹھ گیا۔

شادی میں گئے تھے۔ جی وہ لقمہ نگلتے ہوئے بولا۔ طاہر بہت اصرار کر رہا تھا۔ آپ نے بڑے کام کئے ہیں نا اور اتنے شاندار بھی کہ آپ شادی میں کھانا کھانا بھی بھول گئے اور یہ اہم کام آپ کو یہاں یاد آیا ارے نالائق بے فکر ایک دم ابا جان گرجے امتحان کی کچھ فکر ہے دو سال سے فیل ہو رہا ہے بے شرم رام سے کھانا کو مل رہا ہے پہننے کو نفیس کپڑے ل رہے ہیں تو سیاحت سوجھ رہی ہے۔ باپ کی کمائی پر بہت من مانی کر رہے ہو جب خود کمانے لگو گے تو ساری امنگ ترنگ دھری رہ جائے گی۔ مسعود نے ابا جان کی طرف دیکھا اور کھانے پرے ہاتھ اٹھا لیا۔

کھانے پرے بھوکا اٹھا دیا باجی دل میں سوچنے لگیں۔ ابا جان کتنے سنگدل ہو گئے ہیں ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ نل پر ہاتھ دھو رہا تھا تو ثمینہ اس کے پاس آئی۔

بھائی جان کھانا تو کھا لیا ہوتا؟

اور کیا کھاتا ڈبا بھی چاب ڈالتا اس نے منہ صاف کرتے ہوئے کہا اچھا ثمینہ کو ایک دم ہنسی آ گئی میں تو سمجھی تھی کے آپ بھوکے ہی اٹھ گئے۔

ارے نہیں ثمینہ یہ تو کفران نعمت ہوگا۔ وہ ہنستا ہوا بولا۔ یہ لو کتابیں سیدھے اسکول جاؤ باجی نے کتابیں لا کر دیں شکریہ باجی شگفتگی سے بولا دوپہر کو کھانا کھانے کے لئے ضرور آنا باجی نے تاکید کی یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔ ابا جان کے کہنے کا اس کے چہرے پر ذرا بھی ملال نہ تھا.....

کہاں سے آ رہے ہو اتنی رات گئے؟ ابا جان اچانک مسعود کو راستے میں مل گئے وہ ایک دم بوکھلا گیا لیکن بڑی معصومیت سے بولا طاہر کے گھر پڑھنے گیا تھا۔

کتابیں بغل میں دبائے گھر گھر گھومنے سے پڑھائی نہیں ہوتی ابا جان کا لہجہ قدرے نرم تھا۔

امتحانات ہو گئے اور پھر میٹرک کا رزلٹ نکل آیا۔ مسعود امتیازی نمبروں سے پاس ہوا تھا۔ لیکن

اس کے گھر والے پاس ہونے والے طلباء کے نام دیکھ رہے تھے اور وہ خاموشی سے ان کی پریشانی دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ جونہی وہ اپنے کمرہ میں داخل ہوا باجی صوفے پر بیٹھی اخبار دیکھ رہی تھیں اخبار میں کہیں بھی اس کا نمبر نہ تھا کافی دیر تک باجی اس کا نمبر دیکھتی رہیں لیکن بے سود۔ باجی کو مایوس دیکھ کر بولا کیوں آپ اپنی آنکھیں دکھا رہی ہیں یہ اخبار والے بڑے ظالم ہیں کسی نے بھی میرا نام نہیں دیا اناڑی کہیں کے اس نے تنگ کرنے کی خاطر کہا توکیا تم پھر فیل ہو گئے ہو؟

اتنے میں امی جان غصے سے لال پیلی ہوتی ہوئی آئیں اور ساتھ ایک عدد مولا بخش۔ ڈوب مرو چلو بھر پانی میں لیکن صرف چلو بھر پانی میں کیوں کیا کمیٹی نے پانی بند کر دیا ہے۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ امی غصے سے بے قابو ہو کر اسے مارنے کے لئے لپکیں تو وہ باہر کی طرف دوڑا تو اچانک ابو مٹھائی کا ڈبہ ہاتھ میں لئے تیزی سے آ رہے تھے۔ مسعود ان سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

ابا نے فوراً مسعود کو گلے سے لگا لیا اور مبارکباد دی۔ امی اور باجی حیران تھی کہ یہ کیا ہوا

بقیہ ص 112 پر

اظہار تشکر

خدا کا شکر ہے کہ خدام الاحمدیہ کا ایک اور سال بخیر و خوبی گزر گیا۔ مدیر تشحیذ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے ایک اور سال خدمت کی توفیق عطاء فرمائی۔ سال 91۔1990ء کے دوران مندرجہ ذیل احباب نے ادارہ تشحیذ کی مسلسل معاونت فرمائی۔

مکرم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ ربوہ، مکرم محمود مجیب اصغر صاحب انجنیئر۔ ربوہ، مکرمہ سیدہ منیرہ ظہور صاحبہ۔ ربوہ، مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ۔ ربوہ۔ شعبہ کمپیوٹر کے جناب طارق محمود صاحب ناصر اور جناب سید صہیب احمد صاحب کی محنت نے رسالے کی خوبصورت کتابت کو چار چاند لگا دیئے۔ علاوہ ازیں ادارہ تشحیذ کے مندرجہ ذیل احباب نے معاونت کا حق ادا کیا۔ جناب مجد الدین مجد صاحب۔ ربوہ، جناب آصف محمود صاحب باسط۔ ربوہ، جناب ثناء اللہ صاحب بلتستانی۔ ربوہ، جناب امان اللہ صاحب امجد۔ ربوہ، جناب نوید مبشر احمد صاحب۔ ربوہ

علاوہ ازیں مدیر خالد کا تعاون بھی شامل رہا ہے۔ شعبہ اشاعت کے کارکنان بھی آپ کی خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں سوماً جناب مبارک احمد خالد صاحب مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ جن کی محنت اور توجہ سے رسالہ بروقت آپ کو ملتا رہا۔ جناب ... منیر احمد صاحب پرنٹر اور پریس کے کارکنان رسالے کے حسن طباعت کے لئے شکریہ کے مستحق ہیں۔ رسالے کو آپ ... پہنچانے میں اور بھی بہت سے کارکنوں کی محنت کا دخل ہے۔ جن میں ہمارے بزرگ بائنڈر، پریس کے انتھک کارکن شامل ہیں۔ ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور دعا کریں کہ یہ کارکن سلامت رہیں جو شہد کی مکھیوں کی طرح محنت کرتے ہیں اور پھر رسالہ اپنے معنوی اور صوری حسن کے ساتھ آپ تک پہنچتا ہے۔ (مدیر تشحیذ)

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو

سالانہ کارگزاری مجلس اطفال الاحمدیہ پاکستان

رپورٹ: مکرم انتصار احمد صاحب نذر۔ سیکرٹری اشاعت

تشحیذ الاذہان میں ہر ماہ ان مجالس کی کارکردگی کی رپورٹ شائع کی جاتی ہے جو مرکز کی طرف سے دیئے گئے پروگرام پر عمل کروا کر ان کی رپورٹ بروقت مرکز میں بھجواتی ہیں۔ اس مرتبہ تشحیذ کے سالانہ نمبر کی مناسبت سے مجلس عاملہ اطفال الاحمدیہ پاکستان کی سالانہ کارکردگی کی مختصر رپورٹ پیش کی جارہی ہے۔

مختصر تعارف

مجلس عاملہ اطفال الاحمدیہ پاکستان مہتمم اطفال کی نگرانی میں کام کرتی ہے اور مہتمم اطفال مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کی عاملہ کے ممبر ہیں۔ مجلس عاملہ کے 11 شعبہ جات ہیں اور 11 سیکرٹریان اپنے اپنے شعبہ کا کام پوری تندہی سے بجالاتے ہیں۔

سال 1991 کے دوران ہر ماہ مجلس عاملہ کی باقاعدگی سے میٹنگ ہوتی رہی جس میں ہر سیکرٹری اپنی ماہانہ کارگزاری اور مجالس سے رابطہ کی رپورٹ دینے کے علاوہ مجالس سے موصولہ رپورٹس کے اعداد و شمار بھی پیش کرتا رہا

مجالس اطفال الاحمدیہ کی طرف سے موصول ہونے والی رپورٹس پر شعبہ عمومی کی طرف باقاعدگی سے تبصرہ بھجوایا جاتا رہا۔

مورخہ 14 جون کو پاکستان کی تمام مجالس اطفال الاحمدیہ کا سالانہ مرکزی امتحان ہوا جس میں ستارہ، ہلال، قمر اور بدر کے پرچہ جات پہلے ہی مجالس کو ارسال کر دیئے گئے تھے اور یہ پرچے واپس موصول ہو رہے ہیں اور ان کی مارکنگ کا کام جاری ہے۔

شعبہ تعلیم

شعبہ تعلیم کی طرف سے ہر ماہ کے لئے مقررہ کتاب کے مطالعہ کی طرف ترغیب دلانے کیلئے الفضل اور تشحیذ میں اعلانات کروائے گئے۔

شعبہ اشاعت

شعبہ اشاعت کی طرف سے الفضل اور تشحیذ کو باقاعدگی کے ساتھ اعلانات جاری کئے گئے جو شائع بھی ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ گذشتہ سال مقابلہ مقالہ نویسی

میں اول دوم اور سوم آنے والوں کو نقد انعام اور سندات ارسال کی گئیں اور اس مقابلے میں دیگر شامل ہونے والے تقریباً 50 اطفال کو سندات دی گئیں۔

اس سال کے لئے مقالہ نویسی کا عنوان ہے "سیرت حضرت فضل عمر" اس مقابلے کے لئے مقالہ جات مرکز میں موصول ہو چکے ہیں اور عنقریب چیکنگ کے بعد اس کے رزلٹ کا اعلان کر دیا جائیگا۔

اس سال تمام شعبہ جات کے 11 ہفتہ جات منائے گئے جو مجالس اپنی کارکردگی کی رپورٹ بروقت بھجواتی رہیں ان میں چند کے نام درج ذیل ہیں۔

ربوہ، 275 رب کرتار پور فیصل آباد، وحدت کالونی، اسلامیہ پارک، ماڈل ٹاؤن لاہور، کنری ضلع تھر پارکر، دارالحمد فضل عمر، دارالذکر فیصل آباد، ڈرگ روڈ، ڈرگ کالونی، صدر، عزیز آباد کراچی، خوشاب شہر، ملتان کینٹ، صدر راولپنڈی، شاہدرہ لاہور۔

مہتمم اطفال اور سیکرٹریان کے دورہ جات

1۔ مرزا عبدالصمد احمد صاحب مہتمم اطفال نے اس سال لاہور شیخوپورہ، سرگودھا، اور جھنگ کے اضلاع کے دورے کئے اور ان اضلاع میں ہونے والے ضلعی اجتماعات سے خطاب فرمایا۔

2۔ مکرم ظہیر احمد خان صاحب نائب مہتمم اطفال نے مورخہ 7 جون کو بورے والا میں ہونے والے اطفال کے ضلعی اجتماع مرکزی نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی۔ اس اجتماع کا افتتاح مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے فرمایا۔

3۔ مکرم عبدالاعلیٰ صاحب سیکرٹری عمومی یکم مارچ کو دارالذکر فیصل آباد میں ہونے والے اجتماع میں شامل ہوئے اور مجلس دارالذکر اور مجلس فضل عمر کا بھی دورہ کیا۔

اسی طرح اپریل میں انہوں نے سندھ کی تین مجالس پھیرو چی کنری اور گوٹھ عبداللطیف کا دورہ کیا۔

4۔ مکرم جمیل احمد صاحب سیکرٹری وقف جدید نے مورخہ 21 تا 23 فروری ضلع جہلم و گجرات کا دوہ کرکے انہیں وصولی بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائی۔

5۔ مکرم حافظ خالد افتخار صاحب سیکرٹری تعلیم نے 18 جنوری کو دارالحمد فیصل آباد کے جلسہ یوم والدین میں شرکت کی اور اطفال سے خطاب کیا اور فروری میں انہوں نے موسے والا ضلع سیالکوٹ کے ایک اجلاس سے خطاب کیا جس میں 32 اطفال حاضر ہوئے۔

6۔ انتصار احمد نذر سیکرٹری اشاعت (خاکسار) نے اس سال تین مجالس ڈیرہ غازیخان، جہلم اور وحدت کالونی لاہور کا دوہ کیا۔ مورخہ 25 جنوری کو ڈیرہ غازی خان کے ضلعی اجتماع میں مرکزی نمائندگی کی۔
مورخہ 15 فروری کو جہلم کی ضلعی سپورٹس ریلی میں شرکت کی۔
مورخہ 8 مارچ بروز جمعہ کو وحدت کالونی لاہور کی مجلس نے ایک خصوصی اجلاس کا انعقاد کیا جس میں اس مجلس کو اول آنے پر ملنے والا علم انعامی لہرایا گیا۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں انعامات کی بھی تقسیم ہوئی۔

7۔ جامعہ احمدیہ کے طلباء کے دورے

مورخہ 12 تا 22 جون جامعہ احمدیہ کے 9 طلباء نے سندھ کی درج ذیل 15 مجالس کا دورہ کرکے وہاں ضروری تنظیمی امور کا جائزہ لیا۔ ڈرگ کالونی، ڈرگ روڈ کراچی، کنری، بشیر آباد، مبارک آباد، نبی سر روڈ، کریم نگر، میر پور خاص، ناصر آباد، ٹنڈو محمد خان، گوٹھ سلطان گوندل، سنجر چانگ، نوکوٹ ضلع تھرپارکر، نصرت آباد، محمود آباد

ضلعی اجتماعات

دوران سال مختلف اضلاع کی طرف سے منعقد کئے جانے والے ضلعی اجتماعات کی مختصر رپورٹ بھی پیش کی جارہی ہے۔

ضلع کراچی:

مورخہ 31 مئی بروز جمعہ المبارک احمدیہ ہال کراچی میں ضلعی جلسہ یوم والدین ہوا جس میں سال بھر میں ہونے والے مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات کے انعامات تقسیم کئے گئے۔ اس جلسہ میں 656 اطفال کے علاوہ 319 دیگر احباب بھی شامل ہوئے۔ اس تقریب میں عزیزم سید طارق وقار طفل مجلس النور کراچی کو مرکزی مقابلہ مقالہ نویسی میں اول آنے پر طلائی تمغہ دیا گیا اور قائمقام امیر صاحب ضلع کراچی کی طرف سے بھی مبلغ دو صد روپے نقد بطور انعام دیئے گئے۔ اس تقریب کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں کراچی کے مختلف سکولوں میں اول آنے والے اطفال کو بھی نقد انعام دیئے گئے۔

٢ ضلع لاہور

مورخہ یکم مئی کو دارالذکر میں لاہور کے اطفال کا ضلعی اجتماع ہوا جس میں مکرم مہتمم صاحب اطفال نے بھی شرکت کی۔

٣. ضلع وہاڑی

7 جون کو بورے والا میں ہونے والے ضلعی اجتماع کا افتتاح مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے کیا اور مرکزی نمائندگی مکرم ظہیر احمد خان صاحب نے کی۔ اس اجتماع میں 75 اطفال شامل ہوئے۔

۴. ضلع ڈیرہ غازیخان

25 جنوری کو ڈیرہ غازیخان کے اطفال کا ضلعی اجتماع ہوا جس میں ضلع بھر کی مجالس کے 114 اطفال نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں خاکسار نے مرکزی نمائندگی کی۔

۵. ضلع جہلم

مورخہ 15 فروری بروز جمعہ المبارک جہلم کی ضلعی سپورٹس ریلی ہوئی جس سے ضلع بھر سے 50 اطفال شامل ہوئے۔ اس سپورٹس ریلی میں اطفال کے مابین مختلف ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے اور آخر پر محمود آباد کی بیت الذکر میں تقریب تقسیم انعامات ہوئی۔ خاکسار نے اطفال میں انعامات تقسیم کئے۔

٦. ضلع سرگودھا

سرگودھا کا ضلعی اجتماع 25 نومبر 90ء کو ہوا جس میں 25 اطفال اور 10 والدین نے شرکت کی۔

۷. ضلع سیالکوٹ

مورخہ 7 اور 8 مارچ 91ء کو ضلع سیالکوٹ کا دو روزہ ضلعی اجتماع منعقد ہوا اور آخر پر تقسیم انعامات ہوئی۔ اس اجتماع میں 800 اطفال شامل ہوئے۔

بقیہ از ص 109

"فیل اور مٹھائی" ابا نے خوش ہو کر تمام کو مبارک دی اور کہا مسعود نے اسکول میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ مسعود کھڑا مسکرا رہا تھا۔ امی اور باجی اس کی کامیابی پر بے حد خوش اور حیران بھی۔ مسعود نے ان کو حیران دیکھ کر بتایا کہ میں رات کو پڑھا کرتا تھا اور دن کو شرارتیں کیا کرتا تھا۔ اب مسعود گھر بھر کی آنکھوں کا تارا بن گیا تھا۔ اور سب گھر والے اس سے خوش تھے۔


Real
Appetizer!
Delicious & Spicy
TOMATO
KETCHUP
NEW
DELICIOUS! SPICY!
Shezan
TOMATO KETCHUP
Shezan
Tomato
Ketchup
We don't add water
we add more tomatoes
The largest processors of fresh fruit products in Pakistan — Shezan
Shezan International [redacted] Ltd, Bund Road, Lahore
adcom 75-13-86

ہو تمہی کل کے قافلہ سالار

منظوم کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو ۲۷ جولائی ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ جلسہ سالانہ U.K. کے دوسرے اجلاس میں پڑھا گیا

وقت کم ہے ۔ بہت ہیں کام ۔ چلو
ملگجی ہو رہی ہے شام ۔ چلو

عُمر ہو جب تمام ایسا نہ ہو
کام رہ جائیں ناتمام ۔ چلو

کہہ رہی ہے خرامِ بادِ صبا
جب تلک دَم چلے مدام چلو

منزلیں دے رہی ہیں آوازیں
صُبح محوِ سفر ہو شام چلو

ساتھیو میرے ساتھ ساتھ رہو
قُربتوں کا لئے پیام ۔ چلو

تم اُٹھے ہو تو لاکھ اُجالے اُٹھے
تم چلے ہو تو برق گام چلو

کبھی ٹھہرو تو مِثلِ ابرِ بہار
جب برس جائے فیضِ عام ۔ چلو

رات جاگو مہ و نجوم کے ساتھ
دِن کو سُورج سے ہم خرام چلو

ہو تمہی کل کے قافِلہ سالار
آج بھی ہو تمہی اِمام، چلو

تم سے وابستہ ہے جہانِ نَو
تمہیں سونپی گئی زِمام ۔ چلو

آگے بڑھ کر قدم تو لو ۔ دیکھو
عہدِ نَو ہے تمہارے نام ۔ چلو

پیشوائی کرو ۔ تمہاری طرف
آ رہا ہے نیا نِظام ۔ چلو

اے خُوشا ۔ دِل بہ یار ۔ دست بکار
ہر در ہر شاد کام چلو

میرے پیارو خُدا کے پیاروں پر
دائماً بھیجتے سلام ۔ چلو

زیر و بم میں دِلوں کی دھڑکن کے
مَوجزن ہو خُدا کا نام ۔ چلو

دِل سے اُٹھے جو نعرۂ تکبیر
ہو ثُریّا سے ہمکلام ۔ چلو

غمِ دُنیا کی ہے دَوا غمِ عِشق
دَمِ عیسٰی نہیں ۔ سِوا دَمِ عِشق

بحرِ عالَم میں اِک بپا کر دو
پیار کا غُلغُلہ ۔ تلاطُمِ عِشق

Monthly **TASH-HEEZ-UL-AZHAN** Rabwah
REGD.NO.L 7128 Editor. FUZAIL AYAZ AHMAD OCTOBER 1991